جولائی 2010ء
ماہنامہ
معارفِ رضا
کراچی
مدیرِ اعلیٰ
سید وجاہت رسول قادری
مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی۔پاکستان)
25-جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، پوسٹ بکس نمبر-7324، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون: 32725150-21-92+ فیکس : 32732369-21-92+
ای میل imamahmadraza@gmail.com ویب سائٹ : www.imamahmadraza.net

ISBN No. 978-969-9266-04-1

مسلسل اشاعت کا ۳۰ واں سال

ماہنامہ

معارفِ رضا
کراچی

جلد: 30 شمارہ: 7

جولائی ۲۰۱۰ء / رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

ہدیہ فی شمارہ:	30 روپے
سالانہ:	عام ڈاک سے: -/300 روپے
	رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک:	30 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔ زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں۔ چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا [illegible] سے شائع کیا)

فہرس

مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں۔ مقالہ تحقیقی مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدے یا ماہنامے میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارے کی مجلس تحقیق و تصنیف کرے گی۔ (ادارتی بورڈ)

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

****

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تو رے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

اَلْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی من بیکس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیّا پار لگا جانا

یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِیْ چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَلْ خط ہالۂ مہ زلف ابرِ اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّ سَخَاکَ اَتَمّ اے گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جانا

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ رحمے بر حسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاھًا لِّسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ آں عہدِ حضورِ بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

اَلْقَلْبُ شَجٍ وَّالْھَمُّ شُجُوْن دل زار چناں جاں زیرِ چنوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مورا کون ہے تیرے سوا جانا

اَلرُّوْحُ فِدَاکَ فَزِدْ حَرْقًا یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامۂ خامِ نوائے رضؔا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ اَحِبّا ناطق تھا ناچار اِس راہ پڑا جانا

عشقِ نبی کا گلشن مہکا دیا رضا نے

از: ندیم احمد ندیم قادری نورانی

••

عشقِ نبی کا گلشن مہکا دیا رضا نے
رنگِ بہار ہر سو بکھرا دیا رضا نے

بے کس کا ہے سہارا پیارا نبی ہمارا
ہر مُبتلائے غم کو مُودا دیا رضا نے

تیغِ قلم سے ہر اک باطل کا سر اُڑا کر
حق کا عظیم پرچم لہرا دیا رضا نے

قاسم، رشید، اشرف، انبیٹھوی—یہ چاروں
گستاخ تھے، سو مُرتد ٹھہرا دیا رضا نے

اہلِ عجم نے جانا اہلِ عرب نے مانا
ہر سمت اپنا سکّہ بٹھلا دیا رضا نے

اپنے محققوں کو گمنامی کی زمیں سے
شہرت کے آسماں پر پہنچا دیا رضا نے

اُمن و اماں جو چاہے احمد رضا کو پڑھ لے
حل سارے مسئلوں کا بتلا دیا رضا نے

ویران دل کو میرے اپنی عقیدتوں سے
آباد کرکے کتنا چمکا دیا رضا نے

اے دل! ندیم کب تھا رمزِ سخن سے واقف
بامِ سخن پہ اِس کو پہنچا دیا رضا نے

﴿اپنی بات۔ ا﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیری

صاحبزادہ سیّد وجاہت رسول قادری

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اسلام اللہ جل شانہٗ کا پسندیدہ دین ہے، قرآن حکیم پر ہمارا ایمان ہے، صاحبِ قرآن سیّدنا ومولانا محمد رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصلِ ایمان ہے اور ان کی ناموس و عزت، نہیں بلکہ ان کے صرف نام نامی پر بھی ہماری جان قربان ہے۔ مومن صادق کی یہی دلی آرزو اور اس کا یہی پیغام واعلان ہے:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروروں جہاں نہیں

ہر دور میں دشمنانِ اسلام اور منافقینِ زمانہ، اسلام، قرآن عظیم اور صاحب قرآن کریم و خلقِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان میں نازیبا کلمات تحریر و تقریر میں استعمال کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کا سبب بنتے اور عذابِ الٰہی و قہر خداوندی کو دعوت دیتے رہے ہیں۔

اس کی وجہ یہ رہی ہے کہ یہ عقل کے اندھے اور خیر سے محروم لوگ مقامِ انبیاء اور عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی بے خبر ہیں اور انہیں اپنے جیسا بشر سمجھ کر وہ ان ذواتِ قدسیہ سے ان تمام کوتاہیوں کو منسوب کرتے رہے ہیں جس کے یہ خود مرتکب ہوتے یا ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کی متعدد آیاتِ کریمہ میں ان کے اسی عقیدے کا جابجا ذکر موجود ہے۔ اور قرآن حکیم کا فتویٰ ہے کہ یہ بدبخت "بَشَرٌ مِّثْلُنَا" (ہماری طرح معمولی انسان) کا عقیدہ رکھنے کی بنا پر کافر ہوگئے اور اپنی عاقبت برباد کر بیٹھے اور دنیا و آخرت میں بھی عذابِ الٰہی کے موجب ٹھہرے۔

چنانچہ سورۂ تغابن میں ارشاد ہوتا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا (۶۴: ۶)

ترجمہ: یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے، تو بولے کہ کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے، تو کافر ہوئے اور پھر گئے۔ (کنزالایمان)

آج یورپ و امریکہ میں آزادیِ صحافت کے نام پر اسلام اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف جس طرح سے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر تحریریں اور خاکے تواتر کے ساتھ نشر ہورہے ہیں، اس سے نام نہاد مغربی دانشوروں اور یہود و نصاریٰ کے بغضِ باطنی کا کھلا اظہار ہوتا ہے۔ اس پر جتنا بھی ماتم اور غم وغصے کا اظہار کیا جائے، کم ہے۔ تمام عالم کے اہلِ ایمان سراپا احتجاج ہیں۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہم میں سے کوئی غازی

علم الدین شہید یا غازی عبد القیوم شہید اُٹھے اور ان گستاخانِ رسول کو خس کم جہاں پاک کر دے۔ لیکن آج حالات مسلمانوں کے خلاف جس نہج پر پہنچ چکے ہیں اور اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے پاکستان اور عالمِ اسلام کی ایک مخصوص اقلیت جسے امیر المؤمنین سیّدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اصطلاح میں خوارجِ زمانہ کہتے ہیں، کی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے عمل نے اسلام اور اہلِ اسلام کو پوری دنیا میں جس طرح بدنام کر رکھا ہے، اس نے مسلمانانِ عالم بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کا عالمی سطح پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ اس لیے ہمیں محض جذبات میں آکر کوئی قدم اُٹھانے کی بجائے ٹھنڈے دل سے اس کے اسباب و علل پر غور و فکر کرنے، اس کے تدارک کی تدابیر کرنے اور ملتِ اسلامیہ کی طرف سے دشمنانِ اسلام اور گستاخانِ رسول کو اتحادِ فکر اور عزت و ناموسِ رسولِ انام صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا عزم رکھنے کا پیغام دینے کی ضرورت ہے۔ یہ جبھی ممکن ہے جب اتحادِ ملّت ہو اور اتحادِ ملّت، اتحادِ فکر کے بغیر ممکن نہیں۔

دورِ جدید میں امام محمد احمد رضا خاں قادری محدثِ بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت ہی ایک ایسی روشن دماغ، جامع، عبقری اور علمِ نافع کی حامل شخصیت ہے کہ جن کی تعلیمات و تحریرات میں ملتِ اسلامیہ کے اتحادِ فکر و عمل کے لیے ایک جامع اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق لائحۂ عمل موجود ہے۔

اتحادِ فکر کے لیے ان کا ایک نکاتی ایجنڈا ہے:

''اپنے اور اپنی اولاد کے دل میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بٹھاؤ!''

یہ وہ اہم نکتہ ہے جس پر اتحادِ فکر کے ساتھ اتحادِ ملت کی عظیم عمارت قائم ہوسکتی ہے۔ امام احمد رضا (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) نے دو عظیم مسلم سلطنتوں کا زوال دیکھا تھا۔ سلطنت مغلیہ (ہندوستان) اور سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ۔ سلطنتِ ترکیہ جو مغرب و شمال میں روسی حدود کے نصف تک اور مشرقی یورپ سے لے کر وسطی افریقہ کے جنگلوں اور صحراؤں تک پھیلی ہوئی تھی اور جس کی اقلیم میں نجد و حجاز کے صوبے بھی شامل تھے۔ سلطنتِ مغلیہ کشمیر سے لے کر راس کماری اور ایران و افغان کی سرحد سے لے کر برما اور آسام تک وسیع و عریض علاقوں پر مشتمل تھی۔ اتفاق سے یہ دونوں سنّی سلطنتیں تھیں۔ ان کے عروج و زوال کی تاریخ پر امام صاحب کی گہری نظر تھی۔ ان دونوں سلطنتوں کے زوال کا انہیں جو قلق تھا، وہ ان کی تحریروں سے عیاں ہے۔ ایک عام قاری بھی جب ان کی وہ تحریریں پڑھتا ہے تو اپنے دل میں بھی اس درد کی کسک اس طرح محسوس کرتا ہے کہ اس کی دینی حمیت جاگ اُٹھتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اس تاریخی پس منظر اور ان کے اسباب و علل کا بھی علم تھا کہ جس کی بنا پر یہ سلطنتیں تباہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں، انگریزوں کی فوجی یلغار سے زیادہ ان کو اندرونی دہشت گردوں یعنی نجدی قزّاقوں، خوارجِ زمانہ اور قتیلانِ لیلیٰ نجد کی ریشہ

دوانیوں سے نقصان پہنچا۔ اس بناء پر اتحادِ فکر کے ساتھ اتحادِ ملت بھی پارہ پارہ ہوا۔

امام احمد رضا کا تجزیہ یہ ہے کہ جب تک ''روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' (جذبۂ عشقِ رسول) مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں رہتی ہے تو ''شمشیر و سنان'' اس کا زیور اور فلکیات سے لے کر بحر و بر تک کے تمام علوم اس کے خادم ہوتے ہیں، لیکن جب یہی روح دلوں سے نکل جاتی ہے یا نکال دی جاتی ہے تو ''طاؤس و رباب'' اس کا کھلونا اور گستاخیِ رسول ان کا مزاج بن جاتا ہے، پھر تباہی بربادی، اور یہود و نصاریٰ و دیگر قوموں کی غلامی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اور آج یہی کچھ مسلمانوں بالخصوص اہلِ پاکستان کے ساتھ ہورہا ہے۔ ہم ہر طرح سے امریکنوں اور یورپین طاقتوں کے غلام اور باجگذار بن چکے ہیں اور دینی و علمی انحطاط کے غار کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اپنے دور کے باطل فرقوں اور خوارجِ زمانہ کو بھی اتحادِ ملّت کی خاطر مذکورہ ایجنڈے پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی جس پر ان کی نگارشات گواہ ہیں لیکن افسوس کہ ان میں سے کسی نے بھی، الّاماشاء اللہ، ان کی دعوت پر لبیک نہ کہا۔ اگر وہ امام صاحب کی اس دعوتِ حق کو قبول کر کے تحفظِ ناموسِ رسالت کی خاطر گستاخانِ رسول اور ان کی عبارات سے براءت کے اظہار کا اعلان کر دیتے تو آج نہ قادیانی پیدا ہوتا نہ قادیانی نواز، نہ رُشدی پیدا ہوتا نہ نسیمہ بنگالن بدقماش، اور نہ امریکہ و یورپ کے نام نہاد دانشوروں کو خوارجِ زمانہ کے غلط قرآنی ترجموں کی بناء پر ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ گمراہ، بھٹکا ہوا، ہماری طرح محض ایک عام آدمی (معاذ اللہ جو ہر طرح کے گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے) کہنے اور ان کا خاکہ اُڑانے کی جراءت ہوتی اور نہ ہی ان خوارج کی اولاد، ان کے جانشینوں، ان کے قائم کردہ مدارس اور تربیت گاہوں سے دہشت گرد پیدا ہوتے۔

امام احمد رضا محدثِ بریلوی کو اس بات کا بھی شدت سے احساس تھا کہ مسلمانوں کے لیے اپنے فکری اور ملّی اتحاد کو برقرار رکھنے اور دشمنانِ اسلام اور گستاخانِ رسول کی یلغار سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے معاشی، سیاسی اور تعلیمی میدانوں میں زمانے کے تقاضوں کے مطابق آگے بڑھنا ناگزیر ہے۔ لہٰذا انہوں نے ''تدبیرِ اصلاح و فلاح و نجات'' کے نام سے مسلمانوں کو معاشی اور سیاسی ترقی و استحکام کے لیے ایک چار نکاتی پروگرام دیا جس کی اہمیت آج کے دور میں بھی اتنی ہی ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو ان کے دور میں تھی اور جس کی بازگشت بارہا پاکستان اور عالمِ اسلام میں سنی جاتی رہی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی تعلیمی زبوں حالی کو دور کرنے، جدید تقاضوں کے مطابق تعلیمی میدان میں ترقی کرنے اور غیر قوموں سے مسابقت کے لیے امام صاحب کا دس نکاتی تعلیمی پروگرام بھی ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ امام احمد رضا کے تعلیمی پروگرام اور نظریات کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ

اب تک پاکستان کے متعدد ماہرینِ تعلیم بالخصوص ریسرچ اسکالر جناب سلیم اللہ جندران اس موضوع پر متعدد وقیع تحقیقی مقالات سپردِ قلم کر چکے ہیں جبکہ ایم۔ایڈ کی سطح پر ۲۰ سے زائد تھیسس مختلف جامعات میں تحریر کی جاچکی ہیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اسلام دشمن قوتوں سے مقابلہ، اپنے عقائد و نظریات کی حفاظت، معاشی، سیاسی اور تعلیمی ترقی واستحکام اور خود انحصاری کے لیے

پس چہ باید کرد؟

ضروری ہے کہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ کے پیش کردہ مذکورہ بالا پروگراموں پر عمل پیرا ہوا جائے۔ ان کے ہر پروگرام کے الفاظ پر اس کی روح کے مطابق عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ مسلمانانِ عالم بالعموم اور اہلِ پاکستان بالخصوص زبوں حالی، غیر اقوام کی غلامی اور ذلت و رسوائی کے بھنور سے نکلنے میں چند برسوں میں کامیاب ہوجائیں گے۔ لیکن اس پر عمل پیرا ہونے سے قبل اس کے چند تقاضے بھی پورے کرنے ضروری ہیں تاکہ ملت کو اس کے صحیح ثمرات میسر آسکیں۔

۱۔ جید علما و اسکالرز اتحادِ فکر کے ساتھ اتحادِ ملت کی تحریک وترغیب دیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ابتداءً بہتر نتائج کے لیے ان لوگوں کو متحد اور منظم کیا جائے جن کے درمیان اتحادِ فکر پہلے سے موجود ہے۔

۲۔ اس کے لیے ابلاغِ عامہ یعنی پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے تمام ذرائع استعمال کیے جائیں۔

۳۔ فکری اتحاد کے قائل افراد ایک سیاسی نظم وضبط اور بہتر ہے کہ ایک ہی سیاسی تنظیم کے تحت ملک کے سیاسی عمل میں بھرپور حصہ لیں اور ایوانِ حکومت میں ایسے افراد کو بھیجیں جو انفرادی طور پر اور من حیثیت الجماعت مندرجہ بالا افکار پر عمل پیرا ہونے اور ان پر عمل کروانے کا عزم بالجزم رکھتے ہوں۔

۴۔ پرنٹ و الیکٹرونک میڈیا اور دیگر پلیٹ فارم سے سیمینار و مذاکرات کے ذریعے اسلام کی حقانیت، اخلاقِ اسلامی، اسوۂ حسنہ اور سیرتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اجاگر کیا جائے کہ غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب بھی ہو اور سیرتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشاں پہلو مثلاً خُلقِ عظیم، شفقت و محبت، عفو درگزر، رواداری و بردباری اور سیاسی بصیرت کے روشن نمونے بھی دنیا کے سامنے آئیں۔ گستاخانِ رسول کا رد مثبت انداز میں دلائل وبراہین کی روشنی میں کیا جائے تاکہ غیر مسلموں اور خوارجِ زمانہ کو باور کرایا جاسکے کہ نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور عالمِ انسانیت کے لیے ان کا ہر عمل اسوۂ حسنہ ہے۔ یہی افضل، منتخب و پسندیدہ، اللہ ربّ العزت کے خاص بندے خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کا پیغام لے کر دنیا میں آئے۔ معاذ اللہ یہ خود اللہ تعالیٰ کے نافرمان یا گناہگار کیسے ہوسکتے ہیں؟ اپنے خالق و مولا سے ان کا براہِ راست تعلق ہوتا ہے جو ایک عام آدمی کا نہیں ہوسکتا۔ موجودہ آسمانی کتب میں وہ ہی کتاب الہامی، سچی اور وحیِ الٰہی کی حامل ہوسکتی ہے جس کا نزول سے لے

کر آج تک ایک حرف بلکہ ایک نقطہ بھی تبدیل نہ ہوا ہو اور وہ آسمانی کتاب اس زمانے میں صرف اور صرف قرآنِ حکیم ہی ہے۔

۵۔ انہیں بنیادوں پر عالمی سطح پر بین المذاہب سیمینار منعقد کرا کے ان میں اسلامی اقدار، عقائد و افکار اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کیا جائے اور بتایا جائے کہ ایک نبی اپنے امتی سے کیوں ممتاز ہوتا ہے اور یہ کہ ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات میں رواداری، برداشت اور حسنِ اخلاق کے اعلیٰ نمونے ہیں، دہشت گردی تو دور کی بات ہے، جبر و اکراہ کا بھی کوئی تصور نہیں ہے۔ غیر مسلموں کو اسلامی سلطنت میں ایک شہری کی حیثیت سے برابری کے حقوق حاصل ہیں۔ [illegible] راشدین کا دورِ حکومت اس کی بہترین مثال ہے جہاں ایک [illegible] عدالت سے [illegible] میں [illegible] کرتا ہے۔

۶۔ دہشت گردی اور دہشت گرد دونوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج اسلام کے لبادے میں جو لوگ یا گروہ فتنہ و فساد اور دہشت گردی کے خون آشام حملوں میں ملوث ہیں، ان کا تعلق اس گروہ سے ہے جس نے گذشتہ دو صدیوں میں مسلمانوں کے فکری اتحاد کو پارہ پارہ کیا ہے۔ یہ گستاخانِ رسول اور شاتمِ صحابہ و ائمہ [illegible] ہیں۔ [illegible] مساجد و مدارس ان کی [illegible] گاہیں ہیں۔ [illegible] یہود و نصاریٰ کی [illegible] حکومتیں اور افراد ان کے فائنانسر اور اسپانسر ہیں۔ یہ حقیقت اب عالمی میڈیا پر دستاویزی ثبوت کے ساتھ پیش کی جا چکی ہے [illegible]

بصیرت سے اعداد و شمار کی روشنی میں دیکھا جائے تو ظالم دہشت گردوں کا سب سے زیادہ شکار مسلمان مرد، عورت، بچے ہیں۔ ان وحشیوں نے مساجد، مدارس، مزاراتِ صالحین اور عامۃ المسلمین کی قبروں کو بھی اپنے خودکش بموں اور بربریت کا نشانہ بنا کر چنگیز اور ہلاکو خان کی روح کو مضطرب و بے قرار کر دیا ہے۔

غرض کہ یہود و نصاریٰ کی ان رکیک حرکتوں (گستاخانہ تحاریر اور خاکوں) سے ہمیں نہ ڈرنے کی ضرورت ہے نہ گھبرانے کی بلکہ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ میڈیا کی ہر سطح پر ان کا جواب دینے اور انہیں یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ ایسا کر کے تم عذابِ الٰہی اور اپنی تباہی کو دعوت دے رہے ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ لبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں سے خود بدلہ لینے کا اعلان کر رکھا ہے۔

۷۔ حکومت کے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہمارے نمائندوں کو بیدار کرنے اور انہیں عار دلانے کی ضرورت ہے کہ یہ تم اپنے جس مہربان اور رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت آج وزیر اور سفیر بنے بیٹھے ہو، اس کی عزت و عظمت کا دفاع بحیثیت امتی تم پر لازم ہے۔

۸۔ پورے ملک میں جگہ جگہ جلسے کر کے ریزولیوشن پاس کیے جائیں اور ایوانِ حکومت میں بیٹھے ہوئے ہر سطح کے افراد مثلاً صدر، [illegible] داخلہ، ممبرانِ اسمبلی وغیرہ کو اس کی نقل ارسال کی جائے اور ان پر گستاخانِ رسول افراد اور اداروں کے

خلاف قانونی کاروائی کے لیے زور ڈالا جائے۔ یہ بھی مطالبہ کیا جائے کہ تمام کالعدم دہشت گرد تنظیموں اور ان کے سرپرستوں اور رہنماؤں کو کسی بھی نئے نام کے تحت ادارے یا تنظیمیں قائم کرنے کی اجازت قطعاً نہ دی جائے اور ان تنظیموں کے سرپرستوں اور رہنماؤں کو پابندِ سلاسل کرکے ان پر دہشت گردی کے قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ یہ کیا ظلم ہے کہ ایک طرف تو وفاقی اور صوبائی حکومتیں چلّا چلّا کر یہ کہہ رہی ہیں کہ دہشت گردی ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے، دہشت گرد ہمارے دشمن ہیں اور ہم انہیں کیفرِ کردار تک پہنچا کر دم لیں گے۔ لیکن دوسری طرف ہمارے وزراء اور حکومتی ادارے دہشت گردوں کے سرپرستوں، ان کی سرپرست مادر تنظیموں کو بھیس بدل کر کام کرنے کی اجازت بھی دے رہے ہیں اور ان کی تربیت گاہ، مدارس اور اداروں کو بلا روک ٹوک کھلے عام کام کرنے اور فنڈ اکٹھا کرنے کی کھلی چھٹی بھی دی گئی اور وقت پڑنے پر ان سے کھلے عام انتخابی اتحاد بھی ہو رہا ہے، انہیں محبِ وطن ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی دیا جارہا ہے۔

افعی راکشتن وبچہ اش رانگاہ داشتن!

(ترجمہ: سانپ کو مار ڈالنا اور سنپولے کی حفاظت اور پرورش کرنا)

۹۔ او آئی سی، جو تمام مسلم ممالک کا ایک متحدہ ادارہ ہے، حکومتِ پاکستان کو چاہیے کہ ترکی اور ایران کے ساتھ مل کر اسے مزید مستحکم اور فعال کریں تاکہ یہ زیادہ منظم قوت کے ساتھ مسلمانانِ عالم کے دینی، سیاسی، معاشی اور سفارتی مفادات کا تحفظ اور نگرانی کے فرائض انجام دے سکے۔

۱۰۔ تمام مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ بالخصوص پاکستان کے وزیرِ خارجہ جن کا تعلق برصغیر کے ایک عظیم اہلِ تصوف خانوادے سے ہے، ان غیر مسلم حکومتوں کو جہاں آزادیِ صحافت کے نام پر مادر پدر آزادی کی آڑ میں پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر اسلام، قرآن حکیم اور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی انداز میں توہین کی جارہی ہے، ایک سخت احتجاجی پیغام بھیجیں جس میں یہ واضح کردیا جائے کہ مسلمان اپنے دین اور بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے بارے میں بہت غیور اور حساس ہیں۔ ہم مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں مگر ہم کسی بھی نبی کی شان میں موہوم سی موہوم توہین کے اشارے بھی برداشت نہیں کرسکتے چہ جائے کہ امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی شانِ اقدس میں گستاخی اور اہانت آمیز خاکوں کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کردار کُشی۔ یہ بھی واضح کردیا جائے کہ ہماری غیرتِ ایمانی ایسی نازیبا حرکتوں پر اپنوں کو بھی رعایت دینے کی روادار نہیں۔ اس ضمن میں ہم اپنے پرائے کی بھی تمیز روا نہیں رکھتے۔ اگر معاذ اللہ مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھنے والا بھی اسلام، قرآن کریم اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی ایک کی بھی اہانت کا مرتکب ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک نہ صرف یہ کہ وہ کافر و مرتد ہے بلکہ قرآنی حکم کے مطابق واجب القتل ہے۔ اسلامی مملکت کا سلطان یا قاضی اس کے قتل کا حکم دے گا۔ یہی وجہ ہے

کہ برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کی مسلم اکثریت جسے عرفِ عام میں اہلِ سنّت والجماعت کہا جاتا ہے، ایسے تمام نام نہاد علماء و دانشوروں کو کافر سمجھتی ہے جن کی تحریروں اور قرآنی تراجم میں اللہ تعالیٰ، اس کے نبیوں اور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخانہ مواد ملتا ہے۔

اس لیے ہمارا مطالبہ ہے کہ گستاخانہ تحریروں اور خاکوں کے مصنفین کو قرارِدادِ واقعی سزا دی جائے اور ان کی اشاعت کرنے والے اداروں، انٹرنیٹ اور ویب سائٹ کو بند کیا جائے۔ مزید یہ کہ ان کو صاف صاف لفظوں میں یہ بھی جتادیا جائے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا اور مستقبل میں ایسی قبیح اور مسلم آزار حرکتوں کا تدارک نہ ہوا تو ہم ان سے معاشی، تجارتی یا سفارتی تعلقات بھی منقطع کرسکتے ہیں۔

۱۱۔ پرنٹ اور بالخصوص الیکٹرونک میڈیا کی ترقی نے کسی فرد، گروہ، جماعت، ادارے یا قوم کے لیے اپنے افکار و نظریات کو دنیا کے کروڑوں لوگوں تک پہنچانا بہت آسان کردیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم ممالک اس صنعت میں ترقی حاصل کریں اور اپنی ایک مشترکہ ویب سائٹ قائم کریں جو ایک طرف ہر ممبر ملک کی ویب سائٹ سے منسلک ہو اور دوسری طرف عالمی جامعات بالخصوص مغربی دنیا کی تمام یونیورسٹیوں اور پبلک لائبریریوں سے وہ آن لائن منسلک ہو۔ اسے مفید و بامقصد بنانے کے لیے اسلامی علوم و فنون کے ماہرین اور جدید تقاضوں سے آگاہ اسکالرز اور دانشوروں کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔ ان کی تصنیف کردہ کتب کے ذریعہ سیّد عرب و عجم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شمائل اور اسوۂ حسنہ کے جملہ حسین و جمیل پہلوؤں سے مغربی دنیا کو روشناس کرانے کی منظم اور منضبط کوشش کی جائے جس کا سلسلہ مستقل طور پر شب و روز تمام سال جاری رہے۔

۱۲۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نشر و اشاعت کا ایک جامع پروگرام مرتب کیا جائے جس کے تحت ماضی و حال کے مستند علماء و اسکالرز کے اردو، عربی، فارسی، زبان میں تحریر شدہ کتابچوں اور اعلیٰ تحقیقی مقالات کا مغربی ممالک کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے وہاں کی مختلف دانش گاہوں، کالجوں، اسکالوں اور مختلف سرکاری اور نجی اداروں کی لائبریروں میں پہنچایا جائے۔

مذکورہ بالا تمام منصوبوں پر اس قدر برق رفتاری، تندہی اور مستقل مزاجی سے کام کیا جائے گا کہ پانچ سال کے اندر مغربی دنیا میں اتنا کثیر لٹریچر پہنچ جائے کہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کے روشن اور اہم پہلوؤں سے اہلِ مغرب کا پڑھا لکھا طبقہ روشناس ہوجائے تو کیا عجب (اور اسلام کی پوشیدہ خوبیوں اور آسان تعلیم و نیز رسولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آویز شخصیت کے اعجاز نے ہر دور میں یہ کرامت دکھائی ہے) کہ اسلام بیزار و دشمنِ رسول افراد کے دلوں میں محبتِ رسول گھر کر جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھے بغیر ان کی سیرتِ مبارکہ کے عظیم مبلغ بن جائیں اور ان کے نام نامی پر اپنی جانیں قربان کرنے پر

بر ضاور غبت تیار ہو جائیں۔ فاران کی چوٹی پر طلوعِ آفتابِ رسالت سے لے کر آج تک فلک نے یہ منظر بارہا دیکھا ہے۔ عرب کے جاہل بدّو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے تھے، لیکن جنہوں نے دیکھا، انہوں نے دیکھ کر اور جنہوں نے نہ دیکھا، انہوں نے دیکھنے والوں کی زبانی ان کے حسنِ سیرت عالی و صورت بیمثالی کے چرچے سن کر مہتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشقِ صادق بن گئے کہ جاں سپردگی میں ضرب المثل بن گئے۔

ع سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

چنگیز اور ہلاکو کی بربریت اور تاخت و تاراج کے عمل سے کون واقف نہیں، اہلِ اسلام اور مملکتِ اسلامیہ کو انہوں نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا، لیکن یہی ہلاکو خان (چنگیز خان کا پوتا) جب سلطنتِ عباسیہ کے دارالخلافہ بغداد کو لوٹ مار اور تباہ و برباد کر کے لوٹتا ہے تو اس کے ساتھ سُکان بغداد میں سے چند پابندِ سلاسل صوفی منش صاحبِ علمِ شریعت و طریقت بزرگ بھی تھے جن کو وہ طوقِ غلامی پہنا کر لایا تھا۔ واپسی پر ان میں سے ایک بزرگ نے عشقِ رسول کی خوشبو سے سرشار نہ جانے، وہ کیا الفاظ ہلاکو خاں کے کان میں کہے کہ اسلام کی روشنی اس کے تاریک دل کے مرکز میں اتر کر اس کے قلب و قالب کو منور اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو اس کے جسم و جان کو معطر کر گئی۔ پھر بھرے دربار نے دم بخود ہو کر دیکھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی اس سب سے بڑے جلّاد دشمن نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی توحید کا اقرار کیا اور رسالت پناہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی ببانگِ دہل گواہی دی۔ وہ جن کو غلام بنا کر لایا تھا، خود ان کی زلفوں کا اسیر بن بیٹھا۔ پھر یہی ہلاکو خاں اور اس کی اولاد اسلام کی محافظ بن گئی۔

ترکی، بلقان، آرمینہ، آذربائیجان، چیچنیا ایشیائے کوچک، روس و یورپ کے یہ وہ علاقے تھے جہاں کٹر اور متعصب قسم کے عیسائی آباد تھے جو اسلام کا نام سننے کے روادار نہیں تھے۔ مسلمانوں کو ایذا دینے میں بے باک اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و سلم کے سخت گستاخ تھے لیکن جب عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی قافلے لباسِ تقویٰ زیب تن کیے، اسوۂ حسنہ کا عمامہ باندھے اور شریعت و طریقت کا عَلَم ہاتھ میں لیے وہاں داخل ہوئے تو وہ جو ان کے خون کے پیاسے تھے، جب انہوں نے ان کو قریب سے دیکھا، نرم و لطیف پیرائے میں ان کی گفتگو سنی، رسولِ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور تعلیمات کو نووارد مبلغینِ اسلام کے گفتار و کردار کی کسوٹی پر پرکھ کر سمجھنے کی کوشش کی تو پکار اُٹھے کہ یہ سچے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ عزوجل ایک ہے، وہ تمام کائنات کا خالق و مالک اور رب ہے اور بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ انہوں نے صلیبیں توڑ دیں اور اسلامی شریعت و طریقت کا عَلَم ہاتھ میں اُٹھالیا۔ پھر زمانے نے دیکھا اور تاریخ نے ریکارڈ کیا کہ انہی میں سے ایک مجاہدِ اسلام شاہ سلیم اوّل پیدا ہوا جس نے سلطنتِ ترکیہ عثمانیہ کے نام سے ایک ایسی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جس کی حدود

آگے چل کر تین براعظموں، یورپ، ایشیا اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیل گئی۔ یہ اسلام کی حقانیت اور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ ہر دورِ ابتلاء میں جب بھی صاحبِ شریعت و طریقت افراد عزم و عزیمت کے ساتھ تبلیغِ اسلام اور اشاعتِ سیرتِ نبیِ انام صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میدانِ عمل میں اتر آتے ہیں تو صنم خانوں کے زنّار بردار اور کلیساؤں کے صلیب بردار اسلام کی حقانیت اور اسوۂ حسنہ کی روشنی ان کے گفتار و کردار کے آئینے میں دیکھ کر قبولِ حق کی طرف مائل ہو کر رفتہ رفتہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے ہیں، پھر ان ہی میں کے چند لوگ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا وہ کام کر جاتے ہیں کہ زمانہ حیرت زدہ ہو کر پکار اُٹھتا ہے:

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

تاریخ کی ایسی بے شمار نامور شخصیات کے نام گنائے جاسکتے ہیں جن کا یا جن کے آبا و اجداد کا تعلق صنم خانوں، کلیساؤں اور آتشکدوں سے رہا لیکن اسلام سے لذت آشنائی کے بعد انہوں نے اسلامی علوم کے فروغ، دینِ اسلام کی اشاعت اور سلطنتِ اسلامیہ کی توسیع کے لیے وہ کارنامے انجام دیے جس نے تاریخ کے دھارے موڑ دیے۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

لیکن طوالت کے خوف سے ان سب کا ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں، صرف یہ عرض کر کے رخصت چاہوں گا کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہماری اصل دولت ہے۔ یہی ہماری وہ میراث ہے کہ جب یارِ غارِ رسولِ مکرّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھی تو متاعِ بے بہا تھی، ان سے منتقل ہو کر خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچی، وہاں سے "سرمایۂ شبیری" بن کر تابعین بالخصوص حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ کے ورثے میں آئی اور سے تبع تابعین پھر سلسلہ بسلسلہ ائمہ کرامانِ امت کو منتقل ہوتی ہوئی امام احمد رضا حنفی قادری علیہ الرحمہ والرضوان تک پہنچی۔ امام احمد رضا نے اپنے نظریات و افکار کی صورت میں اسی سرمائے کو ہم تک منتقل کیا ہے اور واشگاف الفاظ میں مسلمانوں کو بتایا کہ تمہاری اصل میراث "سرمایۂ شبیری" ہے، سرمایۂ فرنگی یا آج کی زبان میں امدادِ امریکی نہیں۔ علامہ اقبال نے یہی بات باندازِ دگر ذرا تفصیل سے سمجھائی ہے جو راقم آج آپ کے گوش گزار کر رہا ہے۔ احقاق و قبولِ حق کی خاطر یہی وہ سرمایہ ہے جسے ہمیں غیروں کے سامنے پیش کرنا اور اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا ہے۔ آیئے ذرا غور سے سنیے، علامہ اقبال کیا فرماتے ہیں:

اِک فقر سکھاتا ہے صیّاد کی نخچیری
اِک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری
اِک فقر سے قوموں میں مسکینی و دل گیری
اِک فقر سے مٹی میں خاصیّتِ اِکسیری
اِک فقر ہے شبّیری، اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبّیری

اپنی بات۔۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی چادر کے نیچے جمع ہوں گے

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

اللہ عزوجل اہلِ ایمان سے کتنی محبت فرماتا ہے کہ وہ دشمنانِ اسلام سے ان کو دور رکھنے کے لیے بار بار آیتِ قرآنی کے ذریعے اُن کو الرٹ کررہا ہے کہ ان سے دور رہو اور ان کے ساتھ کسی قسم کی دوستی بھی نہ کرو۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا (النسآء: ۱۴۴)

"اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا۔"

اس آیت میں کافروں کے ساتھ دوستی کو منع کیا ہے مگر سورۂ اٰلِ عمران میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں سے بھی بے زاری کا اعلان کردیا جو کفار سے دوستیاں چاہتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً (اٰلِ عمران: ۲۸)

مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں مطلق کفار سے یاری دوستی کو حرام قرار دیا اور اپنی چاہتوں کو مشروط کردیا کہ اگر غیروں سے دوستی تو ہم سے لاتعلقی سمجھو۔ اگلی آیت میں بہت ہی شد و مد کے ساتھ کفار کی نشاندہی کے ساتھ دوستی سے منع کیا جارہا ہے اور اللہ کا حکم نہ ماننے کی صورت میں اس کا شمار بھی ان ہی کفار میں کیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے سورۂ مائدہ میں یوں ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (المائدۃ: ۵۱)

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہی میں سے ہے۔ بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔"

ان آیات کی روشنی میں قرآن و حدیث کی اوّلین پیروی کرنے والے صحابۂ کرام کا موقف ملاحظہ کیجیے۔

آیتِ بالا میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ محبت اور دوستی کو منع کیا گیا ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت وہ جماعت تھی کہ جیسے ہی کوئی حکم ربانی یا حکم رسالت سنتے، وہ اس پر فوری عمل شروع کردیتے۔ چنانچہ یہ آیتِ کریمہ ایک صحابی اور ایک منافق کے مکالمے کے نتیجے میں نازل ہوئی کہ ایک موقع پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا مکالمہ دشمنانِ دین کے ساتھ دوستی کے حوالے سے ہوا۔ حضرت عبادہ نے عبداللہ بن ابی سلول سے فرمایا کہ میرے اگرچہ کثیر اہلِ یہود دوست ہیں جو بڑی شوکت و

قدرت والے ہیں لیکن اب میں ان کی دوستی سے بے زار ہوں اور اللہ اور اس کے رسول کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی گنجائش نہیں۔ اس پر منافق ابن ابی سلول نے کہا، میں تو یہود کی دوستی سے بے زار نہیں ہو سکتا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رئیس المنافقین سے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔

قارئینِ کرام! یہود و نصاریٰ اور کُل کفار سے دوستی قرآن کریم کی ان آیات کی روشنی میں قطعاً حرام نظر آرہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس دوستی سے بے زاری کا اعلان فرمادیا ہے اور ان مسلمانوں کو جو ان سے دوست یاری کا بھرم رکھتے ہیں۔ بالکل واضح طور پر ان سے لاتعلقی کا اعلان فرمارہا ہے۔ اتنے واضح حکم کے بعد بھی ہم اس پر عمل نہ کریں تو کیا یہ قرآن کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی نہ ہوگی اور قرآن کی کھلی خلاف ورزی کیا قرآن کریم سے (معاذاللہ) بے زاری نہ ہوگی یا قرآنی احکام کی کھلی خلاف ورزی قرآن کریم کی بے حرمتی نہ ہوگی۔ اتنی کھلی خلاف ورزی اور قرآن کے احکام کے انکار میں کتنا کم فاصلہ رہ جاتا ہے۔ احقر کے نزدیک تو فرق مٹ جاتا ہے۔ اور جب یہ فرق مٹ جائے تو ایک قرآن کا منکر اور ایک قرآنی احکامات کی کھلی خلاف ورزی کرنے والا، دونوں ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

دورِ حاضر میں 65 اسلامی ممالک ہیں اور دنیا کی دوسری بڑی آبادی مسلمانوں کی ہے مگر 65 کے 65 اسلامی ممالک کے اربابِ حل و عقد اور حکومت کے ذمہ داران ان آیات کے احکام سے نابلد نظر آرہے ہیں بلکہ 65 ممالک کے سربراہان کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ competition میں یہ نظر آتا ہے کہ کون یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی میں آگے جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور افسوس کہ کسی ایک ملک کے بھی سربراہ میں ایمان اور اسلام کا جذبہ نظر نہیں آتا۔ البتہ عوام کا ردِّ عمل گاہے گاہے سامنے نظر آتا ہے کہ جب یہود و نصاریٰ کی جانب سے کوئی بھی ایسی حرکت سامنے آتی ہے جس کے باعث دینِ اسلام پر یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حرف آتا ہے۔ اس موقع پر ایمان اور اسلام سے سرشار کچھ حضرات احتجاج کے دوران خود اپنے ہی ملک میں جان کا نذرانہ پیش کرکے اللہ کے حضور تو سرخروئی حاصل کرلیتے ہیں مگر یہاں کے حکمران پھر بھی ان سے کچھ سبق حاصل نہیں کرتے۔ ان تمام مسلمان ممالک میں پاکستان ایک واحد اسلامی ملک ہے کہ جس میں غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ابھی جذبۂ ایمان سلامت ہے اور یہاں کے مسلمان یہود و نصاریٰ کی کسی بھی قسم کی اسلام کے خلاف سازش یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے خلاف مہم شروع کرتے ہیں تو یہ اس کے خلاف سب سے پہلے آواز بلند کرتے ہیں اور اپنا احتجاج نوٹ کرواتے ہیں۔ حال ہی کی بات لیجیے کہ جب Facebook پر (معاذاللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو خاکوں کی صورت میں دکھانے کی سازش کی گئی تو یہاں کے مسلمان سراپا احتجاج بن گئے جس کے باعث حکومت نے گھٹنے ٹیکے اور پاکستان میں Facebook بند کردی گئی۔ افسوس کہ حکومتی اداروں اور حکومتی ذمہ داروں نے کوئی بیان تک نہ دیا اور نہ ہی 65 ممالک کے اندر کسی بھی حکمران میں یہ جرأت ہوئی کہ سینہ تان کر یہود و نصاریٰ کو للکارتا کہ اپنی ان حرکتوں سے باز آجاؤ یہاں تک کہ سعودی عرب کی حکومت کی طرف سے بھی کوئی احتجاج بلند نہ ہوا۔ بہت دیر کے بعد بنگلہ دیش کے مسلمان جاگے اور انہوں نے بھی اپنے ملک میں Facebook

بند کروائی اور احتجاج نوٹ کروایا اور بس۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین کرام! راقم نے بہت سوچا کہ صرف پاکستان کے مسلمان یا پھر غیر مسلم ممالک میں انڈیا کے مسلمان آخر کیوں سب سے پہلے کسی بھی سازش کے خلاف یہود و نصاریٰ کو جواب دیتے ہیں اور ان کے خلاف ملکی سطح پر احتجاج کرتے ہیں اور غیرتِ ایمانی کا ثبوت دیتے ہیں تو واضح جواب ملا کہ یہ سب تعلیم رضا کا فیضان ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت دلوں میں جمادی گئی ہے اس لیے یہ فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کا عملی ثبوت امام احمد رضا کی عملی تعلیمات میں نظر آتا ہے۔ مثلاً

۱۔ امام احمد رضا خاں قادری محدثِ بریلوی علیہ الرحمہ کا سارا دور ۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء انگریز کا، دوسرے لفظوں میں یہود و نصاریٰ کا دور تھا۔ آپ نے زندگی میں کسی بھی موقع پر کہیں بھی نہ کسی انگریز سے ملاقات کی، نہ خواہش کا اظہار کیا اور نہ ہی کسی انگریز کو اپنی خانقاہ اور مدرسے میں آنے کی دعوت دی اور نہ ہی انگریز سے اپنی خانقاہ اور مدرسے کے لیے چندہ مانگا۔ وہ کیوں ایسا کرتے کہ وہ لکھ چکے تھے ؎

کروں مدحِ اہلِ دوَل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

اور آپ تو اس سے بھی زیادہ سخت فیصلہ سنا چکے تھے کہ ؎

دشمنِ احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

تو پھر یہ کب ممکن تھا کہ دشمنِ دین سے دوستی نبھائی جاتی۔

۲۔ امام احمد رضا نے ترکِ موالات کی تحریک کے دوران صرف انگریزوں سے نہیں بلکہ نصاریٰ اور یہود و ہنود سمیت تمام کفار و مشرکین سے ترکِ موالات کا اعلان کیا اور اس حوالے سے بے شمار فتوے دیے اور رسائل بھی لکھے۔ مثلاً

المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ)

آپ کا مشہور رسالہ ہے جو آپ نے اپنے مخلصین پروفیسر مولوی حاکم علی صاحب حنفی نقشبندی (م ۱۹۴۴ء) مجددی جو کہ اسلامیہ کالج، لاہور میں سائنس کے استاد تھے اور استاد چودھری عزیز الرحمٰن بی اے، ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول لائل پور کے استفسار کے جواب میں لکھا تھا۔ اس رسالے میں آپ نے کفار و مشرکین کے ساتھ ہر قسم کی دوستی اور قرب کو حرام قرار دیا کہ ان کے ساتھ دوستی جب قرآن نے حرام قرار دے دی تو اب ان سے مراسم بڑھانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

امام احمد رضا نے جہاں فتاویٰ کے ذریعے دشمنانِ دین سے نفرت اور بے زاری کا اعلان کیا وہیں آپ نے عملی طور پر بھی بے زاری کا اظہار کیا۔ مثلاً پوسٹ کارڈ میں جہاں پتہ لکھا جاتا تھا، وہاں اس کے اوپر اس وقت کے انگریز لارڈ یا ملکہ کی تصاویر کا عکس ہوتا تھا۔ امام احمد رضا جب کسی کو پوسٹ کارڈ کے ذریعے خط لکھتے یا فتویٰ بھیجتے تو مستفتی کا پتا کارڈ کو الٹا کر کے لکھتے تھے یعنی جب پتا پڑھنے کے لیے کوئی شخص اس کارڈ کو ہاتھ میں لیتا تو کارڈ میں موجود ملکہ یا لارڈ کی تصویر الٹی رہتی یعنی اس کا سر نیچا کر رہتا۔ اس عمل کے باوجود کوئی انگریز ان کو اپنی عدالت میں نہ بلا سکا اور وہ یہ الزام بھی نہ لگا سکا کہ امام احمد رضا ان کے بادشاہوں اور ملکہ کی بے عزتی کر رہا ہے۔ دراصل یہ ایمان کی پختگی اور اللہ و رسول کی اطاعت کا نتیجہ تھا کہ پورے انگریز دور میں امام احمد رضا نے کبھی کسی انگریز سے ہاتھ تک نہ ملایا۔

امام احمد رضا اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو سر فہرست رکھتے۔ اس میں کبھی Compromise نہ کرتے۔ وہ جانتے تھے کہ حُبِّ رسول کا عملی ثبوت جب ہی ممکن ہے کہ جب اس رسول کی مکمل اطاعت کی جائے اور جب اس رسول کی اطاعت کی جائے گی تو پھر کوئی مصلحت آڑے نہیں آتی نہ کسی بہانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر افسوس آج امام احمد رضا کے پیروکار اور امام احمد رضا کی تحقیق سے بھرپور اتفاق کرنے کے باوجود علمائے اہلِ سنت اپنے امامِ اہلِ سنت کے مسلک کے خلاف دنیا کی دوڑ میں ہر کسی سے اتحاد کرنے کے لیے تیار ہیں مگر خود اہلِ سنّت کے اندر اتحاد کے لیے بالکل تیار نہیں۔

قارئین کرام! آپ ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۷ء کے دور کو یاد کریں کہ اس وقت اہلِ سنت کے سیاسی ونگ کی کتنی عزت تھی۔ مگر ضیاء الحق کے اقتدار سے لے کر آج تک اہلِ سنّت کو وہ عزت دوبارہ نصیب نہ ہوئی اور اہلِ سنت کے سیاسی ونگ نے اغیاروں کے ساتھ اتحاد پر اتحاد کیے اور یہ اتحاد گستاخانِ رسول، گستاخانِ صحابہ اور گستاخانِ اہلِ بیت سے تو کر لیے مگر اپنے گھروں کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج پاکستان کے 100 ٹی وی چینلز میں سینکڑوں روزانہ مذاکرے دکھائے جاتے ہیں۔ ان میں ہفتوں اور مہینوں تک ایک بھی ہماراسیاسی آدمی کسی بھی چینل پر نظر نہیں آتا جبکہ گستاخانِ رسول و صحابہ و اہلِ بیت روزانہ کسی نہ کسی چینل پر اپنی بات کرتے نظر آتے ہیں اور چند دن پہلے تو مجھے ایک پریس کانفرنس دیکھ کر اتنا افسوس ہوا کہ دل ایک ہفتے سے خون کے آنسو رو رہا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ اس افسوس کا اظہار کس کے سامنے کروں۔ ذرا سا منظر ملاحظہ کیجیے:

ایم ایم اے کا اجلاس اتحاد کو دوبارہ فعال کرنے کے لیے منعقد ہوا جو کہ بالکل ناکام ہوا۔ اس کی خبر تمام ٹی وی چینلز نے دی۔ تمام ہی چینلز نے اس سلسلے میں گستاخانِ رسول، گستاخانِ صحابہ، گستاخانِ ائمہ کرام کے انٹرویو ٹی۔وی پر سنائے، دکھائے اور سلائڈز چلائیں مگر عاشقانِ رسول کے نمائندے کو کسی بھی چینل نے گوارا نہ کیا کہ اس اہم اجلاس میں شریک اس نمائندے کا بھی موقف سنواتے۔ ہائے افسوس! اس پر افسوس در افسوس یہ کہ جب پریس کانفرنس اجلاس کے بعد منعقد ہوئی تو اس میں تمام گستاخوں نے تمام سامنے کی کرسیوں پر قبضہ کر لیا اور عاشقانِ مصطفیٰ کے نمائندے کو سب سے آخری کرسی دی۔ مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ عاشقانِ رسول کے نمائندے کے ساتھ یہ کتنا برا سلوک ہو رہا ہے۔ اس خبر کو تمام چینلز نے بار بار دنیا بھر میں دکھایا۔ دنیا بھر کے لوگوں نے دیکھا کہ عاشقانِ مصطفیٰ کے نمائندے کو سب نے دودھ سے مکھی کی طرح نکال باہر کر دیا ہے۔ کاش کہ امام احمد رضا کی وصیت کی تائید کرتے ہوئے ان گستاخوں سے دور رہا جاتا تو یہ نوبت نہ آتی اور کاش کہ ہم نے امام احمد رضا کی اس وصیت پر عمل کیا ہوتا کہ جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

"پیارے بھائیو! لاادری مابقائی فیکم۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر رہوں۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے۔ ایک موت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں۔ مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔ اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ وصلی

اللہ علیہ وسلم) کی اور دوسری خود میری۔

تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکادیں، تمہیں فتنے میں ڈالیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے (گستاخانِ رسول)، رافضی ہوئے (گستاخانِ صحابہ کرام)، نیچری ہوئے (جماعتِ اسلامی)، قادیانی ہوئے، چکڑالوی (منکرینِ حدیث) ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے بچو، اپنا ایمان بچاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، ربّ العزت جل جلالہ کے نور ہیں۔ حضور سے صحابۂ کرام روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ ورسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اسوقت پھر یہ ہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندے کو کھڑا کردے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے۔ اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو۔ حجۃ اللہ قائم ہو چکی۔ اب میں قبر سے اُٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا۔ جس نے اسے سنانا اور مانا، قیامت کے دن اس کے لیے نور ونجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت وہلاکت۔

(وصایا شریف، مرتب: مولانا حسنین رضا خاں)

قارئین کرام! آپ نے امام احمد رضا کی وصیت کو پڑھا اور اوپر کا پس منظر بھی ملاحظہ کیا۔ کیا اب بھی ہم اپنے اکابر کی مخالفت کرتے رہیں گے اور مصلحتوں کا شکار رہیں گے؟ کیا ہم مجددِ دین وملت کے گرد جمع نہیں ہو سکتے؟ ان کے افکار پر لبیک نہیں کہہ سکتے؟ کیا ہم امام احمد رضا کو اپنا دورِ حاضر کا مطلق امامِ وقت نہیں قرار دے سکتے تاکہ ہم اب اہلِ سنت ایک ہو جائیں اور اپنی صفوں سے ان تمام منافقوں کو نکال دیں جو ہمارے اتحاد میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ راقم بہت ہی ادنیٰ انسان ہے اور نہ کسی کو وصیت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اور نہ ہی وصیت۔ مگر اتنا ضرور کر سکتا ہے کہ راہِ امام احمد رضا ان سب کو ایک دفعہ پھر دکھادے اور اتنی عرض کردے کہ آپ تمام دھڑوں کے سربراہ اور بنیادی کارکن اور ذمہ داران دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اللہ کے آگے دعا کریں کہ اے اللہ ہم تمام اہلِ سنت کے دلوں کو ایک کردے اور آپس میں اتحاد واتفاق کرنے کا جذبہ عطا کردے اور جو ہم سے، ہمارے بڑوں سے اجتہادی غلطی ہو چکی کہ ہم نے اغیاروں کے ساتھ اتحاد کیا، ہم کو معاف کردے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہم تمام عشاقانِ رسول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی چادر کے نیچے جمع کردے۔ آمین۔

تفسیر رضوی

سورۃ البقرۃ

معارفِ قرآن
من افاضات امام احمد رضا

گذشتہ سے پیوستہ　　مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

۴۱۷۱. عن انس بن مالک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی الغداۃ جاء خدم المدینۃ بآنیتھم فیھا الماء، فمایوتی باناء الاغمس یدہ فیہ، وربماجاءہ فی الغداۃ الباردۃ فیغمس یدہ فیھا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نمازِ صبح سے فارغ ہوتے تو مدینے شریف کے خدام برتنوں میں پانی لے کر حاضر ہوتے، ہر برتن میں حضور اپنا دست اقدس ڈبوتے، بسا اوقات سردیوں کے زمانہ میں بھی ایسا ہوتا اور حضور ان ٹھنڈے پانیوں میں بھی اپنا مبارک ہاتھ ڈالتے۔ ۱۲ م

﴿۴۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آثارِ بزرگاں سے برکت کا انکار آفتاب روشن کا انکار ہے جب حضور کے آثارِ شریفہ سے تبرک تسلیم تو بر ظاہر کے اولیاء علماء حضور کے ورثہ ہیں تو ان کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی کہ آخر وارث برکات ووارث ایراث برکات ہیں۔

فقیر غفرلہ القدیر چند عباراتِ ائمہ وعلماء حاضر کرتا ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم میں زیرِ حدیث عتبان بن مالک۔

انی احب ان تاتینی وتصلی فی منزلی فاتخذہ مصلی.

فرماتے ہیں:

فی ھذاالحدیث انواع من العلم وفیہ التبرک بآثار الصالحین، وفیہ زیارۃ العلماء والصلحاء الکبار واتباعھم وتبریکھم ایاھم.

اس حدیث میں بہت علوم پوشیدہ ہیں، اس میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کا جواز بھی ہے اور اس میں علماء صلحاء کی زیارت کو جانا اوران سے برکت لینے کی ترغیب بھی ہے۔

اسی میں زیرِ حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

فخرج بلال بوضوئہ فمن نائل وناضح، فرمایا:

فیہ التبرک بآثار الصالحین واستعمال فضل طھورھم وطعامھم وشرابھم ولباسھم.

اس حدیث میں نیکوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر دلیل ہے، نیز ان کی طہارت کے بچے ہوئے پانی، اوران کے بچے ہوئے کھانے اور پانی اورلباس کے استعمال کرنے کی عظمت کا ثبوت بھی ہے۔

اسی میں حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں:

فیہ التبرک بآثار الصالحین.

اس طرح کی صدہا عبارات ہیں جسکے حصر واستقصاء میں محل طمع نہیں، یہ سب ایک طرف، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ حدیث صحیح سے ثابت کرے کہ خود حضور پرنور سید یوم النشور افضل صلوات اللہ تعالیٰ واجل تسلیماتہ علیہ وعلی آلہ وذریاتہ آثار مسلمین سے تبرک فرماتے۔ وللّٰہ الحجۃ البالغہ۔

۴۱۷۲. عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال: کان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یبعث الی المطاھر فیوتی بالماء فیشربہ یرجو بہ برکۃ ایدی المسلمین.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی طہارت گاہوں مثل حوض وغیرہ سے جہاں اہل اسلام وضو کیا کرتے، پانی منگا کر نوش فرماتے اوراس سے مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت لینا چاہتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم۔

﴿۴۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں، پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں: باسناد صحیح۔

علامہ محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع میں فرماتے ہیں:۔

یرجوبہ برکۃ الخ لانھم محبوبون للّٰہ تعالیٰ بدلیل ان اللّٰہ یحب التوابین ویحب المتطھرین.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیہ آبِ وضوئے مسلمیں میں اس وجہ سے امید برکت رکھتے کہ وہ محبوبان خدا ہیں، قرآن عظیم میں فرمایا: بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو۔

اللہ اکبر، اللہ اعلیٰ واجل واکبر، یہ حضور پرنور سید المبارکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن کی خاک نعلین پاک، تمام جہان کے لیے تبرک دل وجان وسرمہ چشم دین وایمان ہے، وہ اس پانی کو جس میں مسلمانوں کے ہاتھ دھلے تبرک ٹھہرائیں اور اسے منگا کر بغرضِ حصولِ برکت نوش فرمائیں حالانکہ واللہ! مسلمانوں کے دست وزبان، دل وجان میں جو برکتیں ہیں سب انہیں نے عطا فرمائیں، انہیں کی نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ آئیں، یہ سب تعلیم امت وتنبیہِ مشغولانِ خوابِ غفلت کے لیے تھا کہ یوں نہ سمجھیں تو اپنے مولیٰ وآقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل سنکر بیدار اور برکت آثار اولیاء وعلماء کے طلبگار ہوں، پھر کیسا جاہل ومحروم ونافہم ملوم کہ محبوبانِ خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصولِ برکت نہ مانے، **ولاحول ولا قوۃ الابالّٰلہ العلی العظیم، وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدالمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین.** بدرالانوار ۱۳

۴۱۷۳. عن عروۃ بن مسعود الثقفی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لایتوضأ الا ابتدا روا ویوضوءہ وکادوا یقتتلون علیہ ولا یبصق بصاقا ولا یتنخم نخامۃ الا تلقوھا باکفھم فدلکوا بھا وجوھھم و اجسادھم.

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے تو صحابۂ کرام آبِ وضو پر بے تابانہ دوڑتے قریب تھا کہ آپس میں کٹ مریں، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعابِ دہن مبارک ڈالتے یا کھکارتے تو اسے ہاتھوں میں لیتے اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے۔ ابرالمقال ۸

(۲۵۱) فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. ☆

تو انھوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داود نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جو چاہا وہ سکھایا اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔

﴿۴۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع فرماتا ہے۔ (اس آیت **وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔☆** میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اور مندرجہ ذیل احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ مرتب)

﴿حواشی وحوالہ جات﴾

۴۱۷۱. الصحیح لمسلم، باب قربۃ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من الناس و تبرکھم بہ، ۲/۲۵۶

۴۱۷۲. حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۸/۲۰۳

☆ المعجم الاوسط للطبرانی،

۴۱۷۳. الجامع الصحیح للبخاری، ۱/۳۷۹

☆ السمند لاحمد بن حنبل، ۴/۳۲۴

﴿جاری ہے……﴾

گذشتہ سے پیوستہ

معارف حدیث
من افاضات امام احمد رضا

۵۔ تبلیغ وعمل

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

اولاً۔ اس لڑائی میں ہرگز حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پہل نہ تھی۔ امام نے خبیث کوفیوں کے وعدوں پر قصد فرمایا تھا۔ جب ان غداروں نے بدعہدی، کی قصدِ رجوع فرمایا۔ اور جب سے شروع جنگ تک اسے بار بار احباب و اعداء سب پر اظہار فرمایا۔

(الف) جب حر بن یزید ریاحی تمیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اول بار ہزار سواروں کے ساتھ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاحم ہوئے۔ امام نے خطبہ فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا بلایا آیا ہوں۔ تمہارے ایلچی اور خطوط آئے کہ تشریف لائیے۔ ہم بے امام ہیں۔ میں آیا۔ اب تم اگر عہد پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں جلوہ فرما ہوں۔

وان لم تفعلوا او کنتم بمقدمی کا رھین انصرفت عنکم الی المکان الذی اقبلت منہ۔

اور اگر تم عہد پر نہ رہو۔ یا میرا تشریف لانا تمہیں ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا وہیں واپس جاؤں۔ وہ خاموش رہے۔

(ب) پھر بعد نمازِ عصر خطبہ فرمایا اور آخر میں بھی وہی ارشاد فرمایا کہ

ان انتم کرھتمونا انصرفت عنکم۔

اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو میں واپس جاؤں۔

حر نے کہا: ہمیں تو حکم ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفے نہ پہنچا دیں۔

(ج) امام نے اس پر بھی ہمراہیوں کو معاودت کا حکم دیا۔ وہ بقصد واپسی سوار ہوئے، حر نے واپس نہ ہونے دیا۔

(د) جب نینوا پہنچے۔ حر کے نام ابن زیاد خبیث کا خط آیا کہ حسین کو چٹ پر میدان میں اتارو جہاں پانی نہ ہو اور یہ میرا ایلچی تمہارے ساتھ رہے گا کہ تم میرا حکم بجالاتے ہو یا نہیں۔ حر نے حضرت امام کو ناپاک خط کا مضمون سنایا اور ایسی ہی جگہ اترنے پر مجبور کیا۔ فدائیانِ امام سے زہیر بن القین رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کی: اے ابن رسول اللہ آگے جو لشکر آنے والا ہے وہ ان سے بہت زائد ہے ہمیں اذن دیجیے کہ ان سے لڑیں۔

فرمایا: **ما کنت لا بدء ھم با لقتال،**

میں ان سے قتال کی پہل کرنے کو نہیں۔

(ہ) جب خبیث بن طیب یعنی ابن سعد اپنا لشکر لے کر پہنچا۔ حضرت امام سے دریافت کیا۔

کیسے آئے؟ فرمایا: تمہارے شہر والوں نے بلایا تھا۔

اما اذا کرھو نی فانی انصرف عنھم، اب کہ میں انہیں ناگوار ہوں تو واپس جاتا ہوں ابن سعد نے یہ ارشاد ابن زیاد کو لکھا، اس خبیث نے نہ مانا، **قاتلہ اللہ۔**

(و) شب کو ابن سعد سے خلوت میں گفتگو ہوئی اس میں بھی حضرت امام نے فرمایا، **دعونی ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ،** مجھے چھوڑو کہ میں مدینہ طیبہ واپس جاؤں، ابن سعد نے ابن زیاد کو لکھا، اس بار وہ راضی ہوا تھا کہ شمر مردود خبیث نے باز رکھا۔

(ز) عین معرکہ میں قتال سے پہلے فرمایا۔

ایھا الناس، اذ کرھتمونی فدعونی انصرف الی مأمنی من الارض،

اے لوگو! جب کہ تم مجھے پسند نہیں کرتے تو چھوڑو کہ اپنی امن کی جگہ چلا جاؤں۔ اشقیاء نے نہ مانا، غرض جب سے برابر قصد عود رہا، مگر ممکن نہ ہوا کہ منظور رب یہی تھا، جنت آراستہ ہو چکی تھی، اپنے دولھا کا انتظار کر رہی تھی، وصالِ محبوبِ حقیقی کی گھڑی آگئی تھی، تو ہرگز امام کی طرف سے لڑائی میں پہل نہ تھی ان خبیثوں ہی نے مجبور کیا۔ اب دو صورتیں تھیں، یا بخوفِ جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا، اگرچہ خلافِ قرآن و سنّت ہو، یہ رخصت تھی ثواب کچھ نہ تھا، **قال اللہ تعالیٰ:**

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَان.

مگر جو مجبور کیا جائے اور اسکا دل ایمان پر برقرار ہو۔

یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی، یہ عزیمت تھی، اور اس پر ثوابِ عظیم اور یہ ان کی شان رفیع کے شایاں تھی اسی کو اختیار فرمایا اسے یہاں سے کیا علاقہ۔

ثانیاً۔ بالفرض اس بے سروسامانی میں امام کی طرف سے پہل بھی سہی تو یہاں ایک فرقِ عظیم ہے، جس سے یہ جاہل غافل۔

فاسقوں پر ازالۂ منکر میں حملہ جائز اگر چہ تنہا ہو اور وہ ہزاروں۔ اور سلطانِ اسلام جس پر اقامتِ جہاد فرض ہے اسے بھی کافروں سے پہل حرام، جب کہ ان کے مقابلہ کے قابل نہ ہو، مجتبٰی وشرح نقایہ و ردالمحتار کی عبارتِ گزشتہ:

هذا اذا اغلب علی ظنه انه یکافیهم و الا فلا یباح قتالهم.

یہ اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے ورنہ ان سے لڑنا حلال نہیں۔ (ت)

کے بعد ہے بخلاف الامر بالمعروف۔ (امر بالمعروف کا حکم اس کے خلاف ہے۔ ت) شرح سیر میں اس کی وجہ بیان فرمائی:

ان المسلمین یعتقدون ما یأمر به فلا بد ان یکون فعله مؤثرا فی باطنهم بخلاف الکفار.

امر بالمعروف میں مسلمانوں کو جو حکم دے گا وہ دل سے اُسے حق جانتے ہیں تو ضرور اپنے دل میں اُس کے فعل سے متاثر ہوں گے بخلاف کفار۔

ثالثاً حضرت امام پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیتے ہوئے شرم چاہیے تھی، کیا امام تو امام انکے غلام، ان کے در کے کسی کتے نے بھی معاذ اللہ مشرکوں سے مدد مانگی؟ کیا کسی مشرک کا دامن تھاما؟ کیا کسی مشرک کے پس رو بنے؟ کیا مشرکوں کی جے پکاری؟ کیا مشرکوں سے اتحاد گانٹھا؟ کیا مشرکوں کے حلیف بنے؟ کیا انکی خوشامد کے لیے شعارِ اسلام بند کرنے میں کوشاں ہوئے؟ کیا قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی۔ وغیرہ وغیرہ شنائع کثیرہ۔

بہتر تن بیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا: امام کا نام لیتے ہو تو کیا تم میں بہتر مسلمان بھی نہیں؟ جب ۲۳ کرور مشرکین تمہارے ساتھ ہوں گے اس وقت تم میں بہتر مسلمانوں کا عدد پورا ہوگا؟۔

قرآن کو پیٹھ دینے والو! کیوں امام کا نام لیتے ہو؟ اسلام سے الٹے چلنے والو! کیوں مسلمانوں کو دھوکے دیتے ہو؟ دہلی میں فتوٰی چھاپ دیا کہ اس وقت جہاد واجب ہے، بے سروسامانی کے جواب کو امام کی نظیر پیش ہوگئی، اور حالت یہ کہ ذرا سی دھوپ سے بچنے کو گئو پتروں کی چھاؤں ڈھونڈ رہے ہیں، کیا تم اپنے فتوے سے نہ صرف تارکِ فرض ومرتکب حرام بلکہ راضی بہ غلبۂ کفر وذلتِ اسلام نہ ہوئے، امام کا توکل اللہ پر تھا، تمہارا اعتماد اعداء اللہ پر ہے، یقین جانو اللہ سچا، اللہ کا کلام سچا، "لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا" مشرکین تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، وہ جھوٹا فتوٰی اور یہ پوچ بھروسہ، اور خادمانِ شرع پر الٹا غصہ کہ کیوں خاموش رہے؟ کیوں سینہ سپر نہ ہوئے؟، یہ ہے تمہاری خیر خواہی اسلام، یہ ہیں تمہارے دل ساختہ احکام، جن پر نہ شرع شاہد نہ عقل مساعد۔ مسلمان ہونے کا دعوی ہے تو اسلام کے دائرے میں آؤ، تبدیل احکام الرحمٰن واختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ مشرکین سے اتحاد توڑو، دیوبندیہ وغیرہم مرتدین کا ساتھ چھوڑو، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامنِ پاک تمہیں اپنے سایہ میں لے دنیا نہ ملے دین تو انکے صدقے میں ملے۔ المحجۃ المؤتمنہ ۹۴-۹۷

۲۴۸۔ عن أبی رافع رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم: لَاَنْ یُّهْدِی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلیٰ یَدِکَ رَجُلاً خَیْرٌ لَّکَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ وَغَرَبَتْ.

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرما دے تو یہ تیرے لئے تمام روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بہتر ہے۔ فتاوی رضویہ ۲/۲۳۹

﴿حوالہ جات﴾

۲۴۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱/۳۱۵
☆الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۴۴۴

﴿جاری ہے......﴾

معارفِ فقہ

نماز کے احکام

امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تارکِ صلوٰۃ کا شرعی حکم

مسئلہ از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسئولہ مولوی محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں صاحب ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کو طرح طرح خوشامدانہ انداز پیار محبت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کی اُن لوگوں کو جب اُس پر کاربند نہ پایا بلکہ اُن میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترکِ نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشاء کی جبکہ صلاۃ ہو چکی زید اُنھیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اس سے پوچھا عشا کی نماز کہاں پڑھی؟ جواب دیا کہ میں نماز کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولوں گا میں نے نہیں پڑھی۔ صبح کی نماز کے لیے اکثر زید ان سب صاحبوں کو جگایا کرتا بعض آتے اور بعض ہوشیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سو جاتے۔ ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے گیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ہے ایک شہادت زید کو ملی کہ ہواخوری کو وقتِ مغرب اُن صاحبوں کو پورا مجمع جنگل میں گیا، یہ شاہد بھی ساتھ تھا، شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھو دی ان کی متعدد مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھایا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز واقرباء کو چھوڑ کر ہادی بننے کو آئے ہو۔ ہرگز وہ شخص ہادی نہیں ہو سکتا جس کے دل میں عشقِ رسالت نہ ہو، اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب۔ نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی۔ جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے اُن سے اُنھوں نے زید سے ترک کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا **من ترک الصلاۃ متعمدا فقد کفر**[1] کے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے۔ تم نماز کی توہین کرتے ہو اللہ تمہاری نمازِ جنازہ نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بالارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید کی نسبت کیا حکم ہے؟ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہبِ کریم تارکِ صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارکِ صلاۃ اپنے دامنِ رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں۔ جب زید پر اعتراض ہو کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارکِ صلوٰۃ کافر نہیں تم امامِ برحق پر فتویٰ لگاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں، نہ اس سے میری مراد امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1۔ الجامع الصغیر مع فیض القدیر، حدیث: ۸۰۸۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۰۲۔

کی سرکار سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجراً کہا تو اس کہنے والے پر کیا حکم ہو گا؟ اور اگر کوئی حنفی جبکہ امام برحق کا حکم تارکِ صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارکِ صلاۃ عمداً کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جانے تو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنھوں نے زید کے اس قول پر یوں تعریضاً ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجیے اب تو کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہہ صدہا صحابۂ کرام و تابعینِ عظام و مجتہدین اعلام و ائمۂ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارکِ صلاۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد:

واقیموا الصّلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین ()[2]

نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (م)

زمانۂ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترکِ نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے، جیسے اب زنار باندھنا یا قشقہ لگانا علامت کفر ہے۔ جب وہ زمانۂ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترکِ نماز فی نفسہٖ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیتِ نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہب سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلافِ تحقیق و نا منصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذاللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلۂ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ وائمہ کے موافق ہے۔

اور معترضین کا کہنا کہ تم امام برحق پر فتویٰ لگاؤ، محض جہالت اور شانِ امام میں گستاخی ہے۔ کیا صدہا صحابہ وائمہ کا وہ فتویٰ معاذاللہ حضرت امام پر لگتا ہے۔ عمداً تارکِ صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جاننے پر۔

معترضین اگر خوفِ خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صدہا صحابہ وائمہ اُن کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں۔ کیا محال ہے کہ عنداللہ اُنہی کا فتویٰ حق ہو، مسائلِ اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔

غرض معترضین پر فرض ہے کہ توبہ کریں، نماز کے پابند ہوں فتوائے صدہا صحابہ وائمہ سے ڈریں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سوء خاتمہ سے خوف کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ زجراً کہے حرج نہیں، محلِ زجر میں ایسا استعمال ہر قرن وطبقہ کے

2۔ القرآن، سورہ الروم: ۳۰، آیت: ۳۱۔

ائمہ و علماء بلکہ خود سرکارِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے بکثرت ثابت ہے اور اگر اعتقادِ تکفیر رکھتا ہے تو اس سے باز آئے قولِ صحیح امام اعظم اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿فتاوٰی رضویہ جلد:۵، ص:۱۱۸ تا ۱۲۰﴾

بے نمازی کے ساتھ کھانا، اُس کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور اُس کی عُیادت کو جانے کا شرعی حکم:

مسئلہ از انجمن اسلامیہ قصبہ سانگوہ ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور یہ بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے، بعضے علماء اس سے اجتناب اور اُس پر کفر اور قید کا فتویٰ دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب

بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابۂ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام نے اُس کی تکفیر کی، اور خود صحیح حدیث میں ارشاد:

من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر جهاراً۔[3]

جس نے قصداً نماز ترک کی وُہ علانیہ کافر ہو گیا (م)

جو ائمہ اُس کی تکفیر کرتے ہیں اُن کے نزدیک اُس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہو گا اُس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہو گی ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے اُن کے نزدیک بھی اُسے ضربِ شدید و قیدِ مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں، بہ نظر زجر اگر بے نماز کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں، فقط فاسق فاجر مرتکبِ کبائر ہے تو اُس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علماو پیشوایانِ قوم اگر اوروں کی عبرت کے لیے اُس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھوا دیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿فتاوٰی رضویہ جلد:۵، ص:۱۲۰﴾

فرض و سنت کا اولیٰ وقت اور عید الفطر کا انتہائے وقت

مسئلہ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں:

۱۔ فرض و سنت ہر دو کا اولیٰ وقت کیا ہے؟

۲۔ امسالِ وقت صلاۃ عید الفطر انتہا درجہ کب تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

---

3 ۔ الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث: ۸۵۸۷، مطبوعہ دار المعرفت، البیروت:۶/ ۱۰۲۔
معجم اوسط، حدیث نمبر: ۳۳۷۲، مکتبہ المعارف ریاض: ۴/ ۲۱۱۔

الجواب

(۱) سنت قبلیہ میں اولیٰ اول وقت ہے بشر طیکہ فرض وسنّت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کرے اور سنّت بعدیہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر آکر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن اجنبی افعال سے فصل نہ چاہیے یہ فصل سنتِ قبلیہ وبعدیہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انھیں طریقۂ مسنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرضِ فجر وعصر وعشاء میں مطلقاً اور ظہر میں بموسم گرما تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعجیل۔ تاخیر کے یہ معنی کہ وقت غیر مکروہ کے دو حصے کرکے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کما نص علیہ فی البحرائق وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مذہب اصح پر اس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہو چکا تھا مگر ایسی جگہ علما آسانی پر نظر فرماتے ہیں۔ ہمارے علماء کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے اس تقدیر پر جس نے بارہ بج کر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہو گئی کہ اس دن بارہ بج کر ساڑھے چھ منٹ پر زوال ہوا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد:۵، ص:۱۳۹ تا ۱۴۰﴾

اوقاتِ نماز کے بیچ میں نماز کا فاصل وقت

مسئلہ از مزنگ لاہور مرسلہ ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب وامام جامع مسجد ملک سردار خاں مرحوم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اوقاتِ نماز جو شارع علیہ السلام نے معین فرمائے ہیں ان کے بیچ میں کسی نماز کا فاصل وقت مقرر کرنا جائز ہے یا حرام؟

الجواب

حدیث میں سنّتِ اقدس یوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہو جاتے اور تاخیر فرماتے یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظارِ طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درِ اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے، اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر آمد ہوئے اور فرمایا: "روئے زمین پر تمھارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو۔" نمازوں کے لیے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے اگر کوئی وقت معین کر لیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقتِ معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا حرمین طیبین میں اب معمول ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد:۵، ص:۲۲۳ تا ۲۲۴﴾

رکوع و سجود میں دیر سنّت سے زائد نہ ہو

مسئلہ از مراد آباد مرسلہٴ مولوی محمد عبد الباری صاحب ۷ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اُس وقت دِلاوے کہ اُس شہر کی سب مساجد میں یقیناً نماز ہو چکی ہو مثلاً ۳۰ منٹ کے بعد اور اپنے پیر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بیس منٹ قبل قصداً ایسا کرے اور ساتھ ہی اس کے جو سجود و قعود کہ وہ عادتاً کرتا تھا اپنے پیر کی موجودگی میں اُس سے سہ گنے وقت میں ادا کرے تو یہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر دال ہے۔

الجواب

اذانِ مغرب میں بلاوجہ شرعی تاخیر خلاف سنّت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلافِ سنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ نخواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے سے تاثر بھی ممکن اور مسلمانوں کا فعل حتی الامکان محملِ حسن پر محمول کرنا واجب اور بدگمانی ریا سے کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر رکوع و سجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنّت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو تو ضرور گناہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد:۵، ص:۳۲۴﴾

بغیر سنتِ قبلیہ پڑھے نمازِ فجر کی امامت

مسئلہ از مراد آباد، مرسلہٴ مولوی محمد عبد الباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

سوال دوم کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنّتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح پر ظہر کی سنت بے پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

طلوع کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنّتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں۔ سنّتیں پڑھ کر نماز پڑھائے، اگر وقت بقدر فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سنّتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنّتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابلِ امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنّتِ قبلیہ کا ترک گناہ ہے اور اُس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد:۵، ص:۳۲۴ تا ۳۲۵﴾

نمازِ عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے

مسئلہ از موضع باکڑی ضلع گور گانوہ ڈاک خانہ ڈھنیہ مسئولہ محمد یٰسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف عشا سے لے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نمازِ عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں بغیر عذر کے، فقط

الجواب

نمازِ عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے۔ اُن کو چاہیے عشاء پڑھ کر مجلس شریف پڑھا کریں، وہو تعالیٰ اعلم۔

﴿فتاوٰی رضویہ جلد:۵، ص:۳۲۵﴾

کیا فرض نمازوں کے فرائض ہر نماز میں یکساں ہیں؟

مسئلہ چہ میفرمایند علمائے دین اندرین مسئلہ کہ فرائض داخل نماز در ہر صلاۃ فرضیت اویکسان ست یا صرف در نماز فرض، بینوا توجروا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو فرائض نماز میں داخل ہیں، ان کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف فرض نمازوں کے ساتھ مختص ہے؟ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب

تکبیر تحریمہ در ہر نماز مطلقاً حتی صلاۃ الجنازۃ و رکوع و سجود و قراءت و قعود در ہر نمازِ مطلق اگرچہ نافلہ باشد و قیام در ہر نماز فرض و واجب و نیز در سنت فجر علی الاصح و خروج بصنع خود علی تخریج البردعی بخلاف الکرخی اینہمہ فرض است و تعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جا شرط است اخرس را بتکبیر و قراءت و مریض مؤمی را بر رکوع و سجود تکلیف ندہند وفی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح للعلامۃ الشرنبلالی الاحدب اذا بلغت حدبتہ الرکوع یشیر براسہ الرکوع لانہ عاجز مما ھو اعلیٰ۔[4] اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تکبیر تحریمہ ہر نماز میں، حتی کہ نمازِ جنازہ میں بھی، رکوع، سجود، قرأت اور قعود (نمازِ جنازہ کے علاوہ) ہر نماز میں، خواہ نفلی نماز ہو۔ قیام، ہر اس نماز میں جو فرض اور واجب ہو اور اصح قول کے مطابق فجر کی سنتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا۔ بردعی کی تخریج کے مطابق، کرخی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ سب فرائض ہیں اور تعدیلِ ارکان واجب ہے۔ لیکن استطاعت سب میں شرط ہے۔ گونگا تکبیر و قرأت کا اور اشارہ کرنے والا مریض رکوع و سجود کا مکلّف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلانی کی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے کہ اگر کُبڑے کا کُبڑا پن رکوع کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں ہے۔ اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت) ﴿فتاوٰی رضویہ جلد:۵، ص:۳۰[illegible]﴾

4۔ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، باب شروط الصلوٰۃ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص:۲۵۔

تَجَلِّی الْیَقِیْنِ بِاَنَّ نَبِیَّنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ

۵ ۰ ۳ ۱ ھ

(یقین کا اظہار اس بات کے ساتھ کہ ہمارے نبی ﷺ تمام رسولوں کے سردار ہیں)

گزشتہ سے پیوستہ
امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ خامسہ: قال تبارک[*1] اسمہ، هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا۔[1]

پانچویں آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اُسے غالب کرے سب دینوں پر۔ اور خدا کافی ہے گواہ۔

اور اس اُمّتِ مرحومہ سے فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ[*2] اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔[2]

---

*[1] استدلال الامام ابن سبع بھذا الآیۃ علیٰ ان شرعنا ناسخ الشرائع کما ذکرہ فی الخصائص الکبریٰ[3] فافاد ان الدین فی الآیۃ علیٰ عمومہ الحقیقی شامل الادیان الحقۃ السابقۃ غیر مختص بادیان الکفار الموجودۃ فی زمن الاسلام فتم الکلام ۱۲ منہ۔

امام ابن سبع نے اس آیتِ کریمہ سے استدلال کیا کہ ہماری شریعت تمام شریعتوں کے لیے ناسخ ہے جیسا کہ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس کو ذکر فرمایا اور یہ افادہ کیا کہ اس آیت میں دین اپنے حقیقی عموم پر ہے جو سابقہ تمام ادیانِ حقہ کو شامل ہے اور زمانۂ اسلام میں پائے جانے والے ادیانِ کفر کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کلام پورا ہوا۔ منہ (ت)

1 ۔ القرآن الکریم ۴۸/ ۲۸۔

*[2] استدل بھٰذہ الآیۃ الرازی والتفتازانی والقسطلانی وابن حجر المکی وغیرھم والعبد الضعیف ضمّ الیھا الآیۃ الاولیٰ فسلمت من الجدال کما یعرفہ المتأمل ۱۲ منہ۔

اس آیتِ کریمہ سے امام رازی، تفتازانی، قسطلانی اور ابن حجر مکی وغیرہ نے استدلال کیا اور عبدِ ضعیف نے اس کے ساتھ پہلی آیت کو ملایا تو یہ جدال سے سلامت ہوئی جیسا کہ غور کرنے والا جانتا ہے۔ منہ

2 ۔ القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰۔

3۔ الخصائص الکبریٰ، باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، مرکز اہل سنت برکاتِ رضا، گجرات ہند ۲/ ۱۸۷۔

تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی۔

آیاتِ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ واکمل، اور حضور کی امت سب امم سے بہتر وافضل۔ تو لاجرم اس دین کا صاحب اور اس اُمت کا آقا سب دین و اُمت والوں سے افضل و اعلیٰ۔ امام احمد و ترمذی بافادۂ تحسین و ابن ماجہ و حاکم معٰویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

انکم تتمون سبعین امۃ انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ۔[4]

تم ستر امتوں کو پورا کرتے ہو کہ اللہ کے نزدیک اُن سب سے بہتر وبزرگ تر تم ہو۔

آیتِ سادسہ: قال جلت عظمتہ: یٰاٰدَمُ اسۡکُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُکَ الۡجَنَّۃَ۔[5]

چھٹی آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔ (ت)

وقال تعالیٰ: یٰنُوۡحُ اہۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔[6]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام۔ (ت)

وقال تعالیٰ: یٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ ۝ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا۔[7]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ (ت)

وقال تعالیٰ: یٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ۔[8]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں ہی ہوں اللہ۔ (ت)

وقال تعالیٰ: یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ۔[9]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا۔ (ت)

4۔ جامع الترمذی، ابواب التفسیر، تحت الآیۃ ۳/ ۱۱۰، امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲۵۔
مسند احمد بن حنبل، عن ابی سعید الخدری، المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۶۱۔
کنز العمال، حدیث ۳۴۴۶۳ و ۳۴۵۲۰ موسسۃ الرسالہ ۱۲/ ۱۵۶ و ۱۶۹۔
5۔ القرآن الکرم ۲/ ۳۵۔
6۔ القرآن الکرم ۱۱/ ۴۸۔
7۔ القرآن الکریم ۳۷/ ۱۰۴ تا ۱۰۵۔
8۔ القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰۔
9۔ القرآن الکریم ۳/ ۵۵۔

وقال تعالیٰ: یٰداوٗدُ اِنّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً۔[10]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔(ت)

وقال تعالیٰ: یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ۔[11]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے زکریا! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں۔(ت)

وقال تعالیٰ: یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ۔[12]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام۔(ت)

غرض قرآنِ عظیم کا محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا حضور کے اوصافِ جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ[13] اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا۔ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ[14] اے رسول! پہنچا جو تیری طرف اُترا۔ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّیْلَ[15] اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے! رات میں قیام فرما۔ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ[16] اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا ہو، لوگوں کو ڈر سنا۔ یٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ o اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ o[17] اے یٰس! یا اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تو مرسلوں سے ہے۔ طٰہٰ o مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی o[18] اے طٰہٰ! یا اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین وانبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

---

10 ۔ القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶۔
11 ۔ القرآن الکریم ۱۹/ ۷۔
12 ۔ القرآن الکریم ۱۹/ ۱۲۔
13 ۔ القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵۔
14 ۔ القرآن الکریم ۵/ ۶۷۔
15 ۔ القرآن الکریم ۷۳/ ۱تا۲۔
16 ۔ القرآن الکریم ۷۴/ ۱تا۲۔
17 ۔ القرآن الکریم ۳۶/ ۱تا۳۔
18 ۔ القرآن الکریم ۲۰/ ۱تا۲۔

یادم ست باپدر انبیاء خطاب
یٰایھا النبی خطاب محمد است

("اے آدم" نبیوں کے باپ کے لیے خطاب ہے۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خطاب ہے "اے نبی۔" ت)

امام عزّالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں: بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے، اور اُن میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے: اے مقربِ حضرت، اے نائب سلطنت، اے صاحبِ عزت، اے سردارِ مملکت۔۔۔ تو کیا کسی طرح محلِ ریب و شک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا اور سرکارِ سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے، غفر اللہ تعالیٰ لہ، خصوصاً یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ[19] (اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے۔ ت) ویٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ[20] (اے جھرمٹ مارنے والے۔ ت) تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہلِ محبت جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالا پوش اوڑھے، جھرمٹ مارے لیٹے تھے، اُسی وضع و حالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی، بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے: او بانکی ٹوپی والے، اور دھانی دوپٹے والے ع

او دامن اٹھا کے جانے والے

فسبحٰن اللہ والحمد والصلوٰۃ الزہراء علی الحبیب ذی الجاہ (اللہ تعالیٰ کو پاکی ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور روشن درود وجاہت والے محبوب پر۔ ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں: ت) نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہودِ مدینہ و مشرکینِ مکہ جو حضور سے جاہلانہ گفتگوئیں کرتے۔ اُن مقالاتِ خبیثہ کو بغرضِ ردّ و ابطال و مژدہ رسانی عذاب و نکال بارہا نقل فرمایا گیا مگر اُن گستاخوں کی اُس بے ادبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے محلِ نقل میں بھی ذکر نہ آیا۔ ہاں جہاں انھوں نے وصفِ کریم سے ندا کی تھی، اگرچہ ان کے زعم میں بطور استہزاء تھی، اُسے قرآن مجید نقل کر لایا کہ:

قَالُوْا یٰاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ۔[21]

بولے اے وہ جس پر قرآن اترا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

19۔ القرآن الکریم ۷۳/ ۱۔
20۔ القرآن الکریم ۷۴/ ۱۔
21۔ القرآن الکریم ۱۵/ ۶۔

بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کہ ان کے کفّار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔

یٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا[22]، ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰۤاِبْرٰهِیْمُ٥[23]۔ یٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ[24]۔ یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ[25] یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ۔[26]

اے نوح! تم ہم سے جھگڑے، کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم۔ اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ اے صالح! ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔ اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں (ت)

بلکہ اُس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں۔ اور قرآنِ عظیم نے اُسی طرح اُن سے نقل فرمائی، اسباط نے کہا:

یٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ۔[27]

اے موسیٰ! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ (ت)

حواریوں نے کہا:

یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ۔[28]

اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے۔ (ت)

یہاں اُس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اُس اُمتِ مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصّلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا:

قال اللہ تعالیٰ: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔[29]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

---

22 ۔ القرآن الکریم ۱۱/ ۳۲۔
23 ۔ القرآن الکریم ۲۱/ ۶۲
24 ۔ القرآن الکریم ۷/ ۱۳۴۔
25 ۔ القرآن الکریم ۷/ ۷۷۔
26 ۔ القرآن الکریم ۱۱/ ۹۱۔
27 ۔ القرآن الکریم ۲/ ۶۱۔
28 ۔ القرآن الکریم ۱۱۲/ ۵۔
29 ۔ القرآن الکریم ۲۴/ ۶۳۔

کہ اے زید، اے عمرو۔ بلکہ یوں عرض کرو:

یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا سید المرسلین، یا خاتم النبیین، یا شفیع المذنبین، صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم وعلیٰ اٰلک اجمعین۔

ابو نعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی:

قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنہٰھم اللہ عن ذٰلک اعظاماً لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقالوا یا نبی اللہ، یا رسول اللہ۔[30]

یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کہا جاتا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی، جب سے صحابۂ کرام یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہا کرتے۔

بیہقی امام علقمہ و امام اسود اور ابو نعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی:

لا تقولو یا محمد ولٰکن قولوا یا رسول اللہ، یا نبی اللہ۔[31]

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو۔

اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔

اور واقعی محلِ انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے۔ بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دُعا میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجھت بك الیٰ ربی[32] (اے محمد! میں آپ کے توسّل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔ت) تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ چاہیے، حالانکہ الفاظِ دُعا میں حتی الوسع تغییر نہیں کی جاتی۔ کما یدل علیہ حدیث نبیك الذی ارسلت ورسولك الذی ارسلت (جیسا کہ اس پر دلالت کرتی ہے حدیث مبارک "تیرا نبی جس کو تو نے بھیجا اور تیرا رسول جس کو تو نے بھیجا۔" ت)

30۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الاول، عالم الکتب بیروت، الجزء الاول ص:۷
الدر المنثور، تحت الآیۃ ۲۴/ ۶۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۱۱۔

31۔ تفسیر الحسن البصری تحت الآیۃ ۲۴/ ۶۳، المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ ۲/ ۱۶۴
الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن سعید بن جبیر والحسن ۲۴/ ۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۱۱۔

32۔ المستدرک للحاکم، کتاب صلوٰۃ التطوع، دعاء رد البصر، دار الفکر بیروت ۱/ ۳۱۳ و۵۱۹ و۵۲۶
سنن ابن ماجۃ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فی حاجۃ الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص:۱۰۰۔

یہ مسئلہ مہمّہ جس سے اکثر اہلِ زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی تفصیل اپنے مجموعۂ فتاویٰ مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ذکر کی، وباللہ التوفیق۔ خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تھا۔ حضور کے صدقہ میں اِس اُمتِ مرحومہ کا خطاب بھی خطابِ اُمَمِ سابقہ سے ممتاز ٹھہرا۔ اگلی اُمتوں کو اللہ تعالیٰ یا ایھا المساکین[33] فرمایا کرتا۔ توریت مقدس میں جابجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے، قالہ خیثمة رواہ ابن ابی حاتم اوردہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ (یہ خثیمہ نے کہا جس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں وارد کیا ہے۔ت) اور اس امتِ مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا[34] فرمایا گیا ہے، یعنی اے ایمان والو۔ اُمتی کے لیے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔ سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے۔ آخر نہ سنا کہ فرماتا ہے:

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔[35]

میری پیروی کرو اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

آیتِ سابعہ: قال جل جلالہ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔[36]

ساتویں آیت: حق جل جلالہٗ اپنے حبیبِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: تیری جان کی قسم وہ کافر اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔

وقال تعالیٰ: لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ[37]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تُو اس میں جلوہ فرما ہے۔

وقال* تعالیٰ وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ۔[38]

33۔ نسیم الریاض، الباب الاول، الفصل الثالث، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۸۸۔

34۔ القرآن الکریم ۲/ ۱۸۳۔

35۔ القرآن الکریم ۳/ ۳۱۔

36۔ القرآن الکریم ۱۵/ ۷۲۔

37۔ القرآن الکریم ۹۰/ ۱تا۲۔

* قلت اغفل الامام القسطلانی ہذہ الایۃ فی المواھب وقد سوغ فیھا ھذا المعنی الامام النسفی فی المدارک ۱۲ منہ۔
میں کہتا ہوں امام قسطلانی نے مواہب میں اس کی طرف توجہ نہ فرمائی جبکہ تفسیر مدارک میں امام نسفی نے اس آیۃ کریمہ میں اس معنٰی کو روا رکھا ہے ۱۲ منہ (ت)

38۔ القرآن الکریم ۴۳/ ۸۸۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وقال تعالیٰ: وَالْعَصْرِ۔[39]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم زمان برکت نشان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

اے مسلمان! یہ مرتبۂ جلیلہ اس جانِ محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآنِ عظیم نے اُن کے شہر کی قسم کھائی، ان کی باتوں کی قسم کھائی، اُن کے زمانے کی قسم کھائی، اُن کی جان کی قسم کھائی، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیتِ کبریٰ کے یہی معنی ہیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما حلف اللہ بحیاۃ احد الا بحیاۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون○ وحیاتك یا محمد۔[40]

یعنی اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ آیۂ لعمرك میں فرمایا تیری جان کی قسم اے محمد![*]

ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابو نعیم، ابن عساکر، بغوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ما خلق اللہ وما ذرأ وما برأ نفسا اکرم علیہ من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما حلف اللہ بحیاۃ احد الا بحیاۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون۔[41]

---

39 ۔ القرآن الکریم ۱۰۳/ ۱۔

40 ۔ الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ، تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲، دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۸۰۔

* ذکر ھذہ التاویل فی التفسیر الکبیر ثم القاضی البیضاوی فی تفسیرہ وتبعھما القسطلانی واقرہ الزرقانی ۱۲ منہ۔

اس تاویل کو (امام رازی نے) تفسیر کبیر میں پھر قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا۔ امام قسطلانی نے ان کی اتباع کی اور زرقانی نے اس کو برقرار رکھا۔ (ت)

41 ۔ الدر المنثور، بحوالہ ابی یعلیٰ وابن جریر وابن مردویۃ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲، بیروت ۵/ ۸۰۔

جامع البیان، تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴/ ۵۴ تا ۵۵۔

دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الرابع، عالم الکتب بیروت، الجزء الاول ص: ۱۲۔

اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

امام * حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم اور امام محمد بن الحاج عبدری مکی مدخل اور امام احمد محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں ناقل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث طویل میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں:

بابی انت وامی یارسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عند اللہ تعالیٰ ان اقسم بحیاتک دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتک عندہ ان اقسم بتراب قدمیک فقال لا

---

* ذکرہ فی الاحیاء والمدخل بطولہ وفی المواھب والنسیم کلمات منہ، وکذا الامام القاضی عیاض فی الشفاء وعزاہ الامام الجلال السیوطی فی مناھل الصفا صاحب اقتباس الانوار ولابن الحاج فی مدخلہ قال وکفی بذلک سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بہ الاحکام اھ وذکرہ فی النسیم[42]

اقول وھو کلام نفیس طویل جلیل رثی بہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین تحقق لہ موتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخطبۃ ابی بکر ن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما یظھر بمراجعۃ الحدیث بطولہ فما وقع فی شرح المواھب للعلامۃ الزرقانی فی المقصد السادس تحت اٰیۃ لا اقسم بھٰذا البلد ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقرہ علیہ[43] اھ سھو ینبغی التنبیہ لہ ۱۲ منہ۔

اس کو احیاء العلوم اور مدخل میں مفصل ذکر کیا ہے جبکہ مواہب ونسیم میں اس سے کچھ کلمات ذکر کیے گئے۔ اور یونہی امام قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر فرمایا۔ امام سیوطی نے اس کو مناہل صفاء صاحب اقتباس الانوار کی طرف منسوب کیا۔ ابن الحاج نے اپنی کتاب مدخل میں کہا کہ اس کی مثل کے لیے یہ سند کافی ہے کیونکہ اس کے ساتھ شرعی احکام متعلق نہیں ہوتے اھ اور اس کو نسیم میں ذکر کیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) وہ طویل ونفیس کلام ہے جس کے ساتھ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرثیہ کہا جبکہ ان کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ سے آپ کی موت ثابت ہوگئی جیسا کہ طویل حدیث کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی کی شرح مواہب کے مقصد سادس میں آیت کریمہ لا اقسم بھٰذا البلد کے تحت جو واقع ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کہی اور آپ نے اس کو برقرار رکھا اھ سہو ہے جس پر متنبہ کرنا چاہیے ۱۲ منہ (ت)

42۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الفصل السابع، مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۲۴۸۔

43۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۶/ ۲۳۴۔

اقسم بھٰذا البلد۔ [44]

یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان بے شک حضور کی بزرگی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی۔ اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کی ٹھہری کہ حضور کی خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے قسم اس شہر کی۔ (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ مدارج میں فرماتے ہیں:

ایں لفظ در ظاہر نظر سخت مے درآید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند مے خورد بخاکپائے حضرت رسالت و نظر بحقیقتِ معنٰے صاف و پاک است کہ غبارے نیست برآں و تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہارِ شرف و فضیلت و تمیز آں چیز است نزدِ مردم و نسبت بایشاں تابدانند کہ آں امرِ عظیم و شریف است، نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالیٰ الخ۔ [45]

یہ لفظ ظاہری نظر میں اللہ رب العزت کی طرف نسبت کرنے میں سخت ہیں۔ جب یوں کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت حضرتِ رسالت مآب کی خاکِ پا کی قسم ارشاد فرماتا ہے اور نظر حقیقت میں معنیٰ بالکل پاک و صاف ہے کہ اس پر کوئی غبار نہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ رب العزت کا اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم یاد فرمانا اس لیے ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک لوگوں کی بنسبت اس چیز کا شرف، فضیلت اور ممتاز ہونا ظاہر ہوجائے تاکہ وہ جان لیں کہ یہ چیز عظمت و شرف والی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کی بنسبت اعظم ہے۔ الخ (ت)

﴿جاری ہے۔۔۔﴾

♠♣♠♣♠♣♠

44۔ المواہب اللدنیہ، المقصد السادس النوع الخامس، الفصل الخامس، المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۱۵۔
نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، الباب الاول، الفصل الرابع، مرکز اہلسنت ہند ۱/ ۱۹۶۔

45۔ مدارج النبوۃ، باب سوم، دربیان فضل و شرافت، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۵۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا تجدیدی کارنامہ

علامہ عبدالحکیم خان اختر صاحب شاہجانپوری علیہ الرحمۃ

کسی مجدد کا کارنامہ اس وقت بیان نہیں ہو سکتا جب تک اس کے زمانہ کی مروجہ خرابیوں کا ذکر نہ کیا جائے۔

تکفیر کے بارے میں آپ کا قلم بہت محتاط تھا۔ خود اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے یہ امر ثابت ہے۔

بعض لوگ اعلیٰ حضرت کو مکفر المسلمین کہتے ہیں حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ ہاں! آپ مکفر المرتدین ضرور تھے پھر بھی تکفیر کے بارے میں آپ کا قلم بڑا محتاط تھا خود اعلیٰ حضرت کی تصانیف سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ الکوکبۃ الشہابیہ ۱۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔ مگر اس میں بھی بعض عبارتوں پر ستر سے زائد لزومِ کفر ثابت کر کے فرمایا کہ علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ کیوں کہ کلام کا کفر ہونا اور بات ہے قائل کو کافر بنانا اور بات۔

۲۔ سل السیوف الہندیہ میں بھی اسی طرح فرمایا جو ۱۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔

۳۔ ازالۃ العار جو ۱۳۱۷ھ کی ہے یہی مضمون دہرایا کہ کلام بے شک کفر ہے مگر میں قائل کی تکفیر نہیں کرتا۔

۴۔ سبحان السبوح ۱۳۰۹ھ کی تصنیف ہے جس میں امکان اور وقوعِ کذب کے قائلوں پر اٹھتر وجہ سے لزومِ کفر ثابت کر کے فرمایا۔

حاشاللہ! ہزار بار حاشاللہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مدعیانِ جدید کو تو ابھی مسلمان ہی سمجھتا ہوں۔

مسلمانو! کیا اس سے زیادہ احتیاط ہو سکتی ہے جن پر اٹھتر وجہ سے کفر ثابت کیا جائے وہ ایک کو بھی اپنے سر سے ہٹا نہ سکیں اور توبہ بھی نہ کریں۔ باوجود اس کے سال ہا سال تک مسلمان کہنے کا ضعیف سے ضعیف پہلو دیکھا جائے۔ جب وہ لوگ مدتوں انہیں باتوں پر قائم رہے بجائے توبہ کے خرافات میں مزید اضافے کرتے رہے۔ تو مجبوراً ۱۳۲۰ھ میں المعتمد المستند لکھ کر حکم کفر جاری کیا۔ علمائے حرمین سے احتیاطاً تصدیق کرائی ان کی تقریظوں کے مجموعے حسام الحرمین کو علمائے ہند کی خدمت میں پیش کیا جن کی دو سو ارسٹھ (۲۶۸) تقریظوں کے مجموعے کا نام "الصوارم الہندیہ" ہے بتائیے تو سہی یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کفر کرنے والے بری اور تکفیر کرنے والا موردِ الزام؟ حالانکہ

نہ وہ کفر کرتے نہ تکفیر ہوتی
رضاؔ کی خطا اس میں سرکار کیا ہے!

بعض حضرات آپ پر انگریزی ایجنٹ ہونے کا الزام بھی لگاتے ہیں۔ اس بہتان کا پہلا جواب تو لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ہے دوسرا جواب هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ اور تیسرا جواب ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ہے۔ اگر کوئی سچا ہے تو ثبوت لائے؟ مگر لائے گا کہاں سے؟

ہندوستان میں اعلیٰ حضرت کی وہ ذاتِ گرامی ہے جس نے انگریزوں کی دستبرد سے اسلام کو بچایا۔ ورنہ کرائے کے مولوی تو بیڑہ ہی غرق کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ خود ان لوگوں کی تصانیف اس امر کا بانگِ دُہل ثبوت دے رہی ہیں۔

بعض نیم ملائیوں بھی لوگوں کو ورغلاتے ہیں کہ

"مولوی احمد رضاخاں بریلوی نے جدید علمِ کلام کی داغ بیل ڈالی تھی اور بریلوی فرقہ جاری کیا تھا"۔

یہ بھی سراسر جھوٹ افترا اور بہتان ہے۔ اگر اس بیان میں ذرہ برابر بھی صداقت ہے تو اعلیٰ حضرت کا ان کی تصانیف سے ایک ہی ایسا عقیدہ دکھا دیا جائے جو جمہور اہلسنت کے خلاف ہو ورنہ لعنت اللہ علی الکاذبین کی وعید سے ڈرنا چاہیے۔

علامہ برایں مجددِ مائۃ حاضرہ نے کوئی نیا فرقہ جاری نہیں کیا۔ ہاں معاندین ضد کی وجہ سے اہلسنت کو بریلوی فرقہ کہنے لگ گئے ہیں۔ جاے غور ہے کہ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک تک دیار و امصار میں ہر جگہ اعلیٰ حضرت کے ہم عقیدہ عوام و خواص موجود ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس تو یہ بیچتی بند رضا کار بھی نہ تھے۔ جو عوام کالانعام کو ورغلا کر اپنی جماعت میں ملالیتے۔ اگر بریلوی کوئی نیا فرقہ ہے تو پوری دنیا میں کس نے اور کب پھیلایا؟ معلوم ہوا یہ وہی قدیمی سُنی چلے آرہے ہیں۔ جیسے پہلے تھے پھر ان کا بریلوی ہونا کیا معنی؟

بعض موسمی مفتی اعلیٰ کی وصیت کے بارے میں اپنی گندہ ذہنی کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔

کہ انہیں آخری وقت بھی لذیذ کھانوں کی خواہش رہی (اُف رے جوشِ تعصب) کیا انہوں نے اپنے لیے فرمایا تھا کہ برزخ میں فلاں فلاں چیزیں بھیج دیا کرنا۔ ہرگز نہیں! یہ وصیت کن کے حق میں کی تھی سنیے۔ "فاتحہ کے کھانے سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے۔" یعنی غریبوں کو کھلایا جائے یہ بھی سُن لیجیے کن لوگوں کو وصیت کی جارہی ہے۔ "اعزہ سے اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو" یعنی اپنے عزیز و اقارب سے فرمارہے ہیں کہ اپنی خوشی سے غربا کو بھی کبھی فلاں فلاں چیزوں میں کچھ کھلا دیا کرنا۔ سبحان اللہ۔! آپ کو غربا و مساکین کا کس درجہ خیال تھا۔ اگر آپ پیٹ پرست تھے تو ہزاروں نادر تصانیف کے حقوق بحق مصنف محفوظ کیوں نہ رکھے۔؟ اہلسنت پر کیوں وقف کر دیے؟

کچھ لوگ یوں بھی عوام کو چھلتے ہیں کہ مولوی احمد رضاخاں کے سوا کسی عالم نے بھی فلاں فلاں کا رد نہیں کیا۔ یہ بھی تاریخی حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ بناپتی حقیقت کے بانی کا رد اُن کے چچازاد بھائی مولانا مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور شرک و کفر کی توپ کے جواب میں معید الایمان تحریر فرمائی۔ ان کے دوسرے بھائی شاہ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پُرزور تردید کی۔ مجددِ مائۃ ثلاثہ عشر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ شہنشاہِ اقلیم سخن حضرت فضلِ حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے سرگرم تردید کی اور جامعہ مسجد دہلی کا تاریخی مناظرہ آپ نے اور مولانا منور الدین نے ہی کیا تھا جسے تحقیق الفتویٰ کے نام سے شائع کرایا گیا۔ مولانا خیر الدین جو ابوالکلام آزاد کے والد تھے۔ انہوں نے بھی سخت تردید کی اور مذکورہ توپ خانے کے رد میں ایک سو چودہ ابواب پر مشتمل کئی جلدوں میں ایک کتاب شائع فرمائی اور علمائے حرمین شریفین نے اس پر تقریظیں لکھیں۔ ان کے نانا مولانا منور الدین بھی تردید میں پیش پیش تھے۔ مولانا فضلِ رسول عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے شرک و کفر کی دوکان کے رد میں سوط الرحمٰن اور ان لوگوں کے حالات بیان کرنے کے لیے تاریخی کتاب سیف الجبار لکھی۔

مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے براہین قاطعہ والوں کی تردید میں تقدیس الوکیل، تصنیف فرمائی۔ اور علمائے حرمین سے تصدیق کرائی۔ مولانا

عبدالسمیع رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کتاب کے رد میں انوارِ ساطعہ طبع دوم تصنیف کی۔ مولانا عبدالسمیع رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کتاب کے رد میں انوار ساطعہ تصنیف کی۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کی فہمائش کی غرض سے "فیصلہ ہفت مسئلہ" تحریر فرمایا۔ حاجی صاحب موصوف کے اجل خلیفہ مولانا عبدالحق آلہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی نے ان کا رد فرمایا۔ حسام الحرمین اور الدولت المکیہ پر تقریظیں لکھیں۔ پایۂ حرمین مولانا رحمۃ اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (جو ان میں سے کئی حضرات کے اُستاد بھی تھے) نے ان کی سخت تردید کی اور ان کے خلاف تقدیس الوکیل پر تقریظ لکھی۔

یہ عجیب معمّا ہے کہ ان جملہ حضرات کو چھوڑ کر صرف اعلیٰ حضرت کو ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مذکورہ حضرات نے ایک ایک یا دو دو فتنہ بازوں سے مقابلہ کیا تھا۔ مگر اعلیٰ حضرت کے زمانے میں فتنوں کا سیلاب ہی اُمنڈ آیا تھا۔ کیونکہ سابقہ بے دینی کے بطن سے انگریزوں کی بدولت بہت سے بچے (فرقے) پیدا ہو چکے تھے۔ جنہوں نے اصل اسلام کو نرغے میں لے لیا تھا۔ چوں کہ آپ نے تنِ تنہا ان جملہ فتنوں کا مقابلہ کیا اور کیفرِ کردار کو پہنچایا۔ بایں وجہ بناسپتی اسلام والوں کو آپ سے گلہ ہے۔

آپ نے اس بپھرے ہوئے سیلاب کا رُخ پھیرا۔ جتنے بھی ذیابٌ فی ثیاب تھے سب کو بے نقاب کر کے ان کے عقاید کی بیخ کنی فرمائی۔ شرک فروشوں کا پنجہ مروڑا متبدعین کا ایک ایک بخیا اُدھیڑا۔ ہر چرب زبان کے منہ میں دلائل کی وہ لگام ٹھونسی کہ لب کشائی کی کسی میں تاب نہ رہی۔ آپ کے ان بے مثال کارناموں کو دیکھ کر حرمین طیبین اور دنیاے اسلام کا ہر عالم پکار اُٹھا کہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں اسی صدی کا مجدّد ہے۔ علماے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ متقدمین و متاخرین کا مایۂ افتخار ہے۔ آپ ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں اس جہانِ فانی سے عالمِ جاوداں کی طرف سدھارے تھے۔ چھ ماہ قبل یہ تاریخ وصال خود رقم فرمائی تھی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ

۱ ۳ ۴ ۰

آپ استخراجِ تاریخ میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ بعض ادیبوں اور شاعروں نے پوری زندگی میں دس بیس تاریخیں نکالیں ہوں گی۔ مگر یہاں ہزاروں پر بھی بس نہیں اور اکثر فی البدیہی۔

چونکہ مجدد کا کام ہوتا ہی یہی ہے کہ اس کے زمانے میں دین کے اندر جن غلط باتوں کو شامل کیا جاتا ہو یا اسلام پر شبہات وارد کیے جاتے ہوں اُن کا سدّباب کرے۔ دین و مذہب کی حمایت میں کارِ عظیم سرانجام دے کر اسے تازگی بخشے۔ اس حقیقت کی روشنی میں کسی مجدد کا کارنامہ اس وقت تک بیان نہیں ہو سکتا جب تک اس کے زمانے کی مروجہ خرابیوں کا ذکر نہ کیا جائے مثال کے طور پر حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا تجدیدی کارنامہ کس طرح بیان ہو سکتا ہے جب تک فلاسفہ اور معتزلہ کے اعتراضات کا ذکر نہ کیا جائے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا تجدیدی کارنامہ کیسے نگاہوں کے سامنے آئے جب تک ابن رشید اور اس کے ہم خیال لوگوں کے غلط نظریات کو سامنے نہ لایا جائے۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم کارنامہ کس طرح کسی کو بتایا جا سکتا ہے جب تک اکبر بادشاہ کے دَور کی گمراہیوں، دینِ الٰہی کی فتنہ سامانی اور جہانگیر کے دور تک اس کے اثرات نہ دکھائے جائیں۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت کا تجدیدی کارنامہ بیان کرنے کے لیے ان کے زمانے کی گمراہیوں اور خرافات کا تذکرہ بھی کرنا ضروری تھا۔ بایں وجہ اُن غلط نظریات کو بیان کردیا۔ لیکن ان فتنوں کے بانیوں کا پورے مضمون میں ایک جگہ بھی نام نہیں لکھا۔ مبادا ان کا کوئی مقصد خواہ مخواہ چمکنے یا بھڑکنے لگے۔ حالانکہ اپنا مقصد کسی سے الجھنا نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کا تجدیدی کارنامہ بیان کرنا ہے۔ یعنی

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی

اکابرین کی خدمت میں!

اعلیٰ حضرت کی کثیر التعداد کتابوں میں سے زیرِ نظر مضمون میں چند کے نام لکھے ہیں جن پر آپ نے حواشی لکھے ہیں۔ اور جو علمی لحاظ سے بلند پایہ ہیں۔ ان کتابوں میں بیشتر وہ کتب ہیں جو مروجہ درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو کہ مسائلِ فقہ میں مستند سمجھی جاتی ہیں۔ اب تک علم و فضل کے اس بے پایاں بحر زخّار عالم دین کی صرف وہ کتابیں طبع ہوئی ہیں جو کہ عقائد اور متنازع فیہ مسائل سے تعلق رکھتی ہیں جس کی وجہ سے آپ کی ہستی محدود ہو کر رہ گئی ہے۔

آپ جب کہ اطرافِ عالم میں اعلیٰ حضرت سے عقیدت اور محبت کرنے والے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ہیں تو ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کی علمی کاوشوں سے مسلمانوں کو روشناس کرانے کے لیے ان حواشی کی طباعت اور اشاعت کے لیے جدوجہد کی جائے۔ اور بالخصوص عقیدت مندوں اور قریب ترین تعلق رکھنے والے بزرگوں کو اس کارِ خیر میں ٹھوس قدم اُٹھانا چاہیے۔ اکابرِ اہلِ سنت علما پر مشتمل ایک اعلیٰ حضرت اکیڈمی کا قیام عمل میں آئے تاکہ اجتماعی طور سے اُس کام کو بڑے پیمانے پر کیا جاسکے۔ (عرفات)

﴿بہ شکریہ، سوادِ اعظم لاہور ۱۵؍ ربیع الاوّل شریف ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۵؍ جولائی ۱۹۶۴ء﴾

♣ * ♣ * ♣ * ♣ ♣ * ♣

پروفیسر ڈاکٹر مختارالدین آرزو انتقال فرماگئے

امام احمد رضا کے شاگردِ خاص و خلیفہ ملک العلما مولانا ظفرالدین قادری رضوی کے فرزند پروفیسر ڈاکٹر مختارالدین احمد آرزو ۱۷؍ رجب ۱۴۳۱ھ بہ مطابق ۳۰؍ جون ۲۰۱۰ء بروز بدھ صبح ۹ بجے اِس جہانِ فانی سے کوچ فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حسبِ وصیت آپ کی نمازِ جنازہ حضرت پروفیسر ڈاکٹر امین میاں برکاتی صاحب نے پڑھائی۔

آپ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ عربی کے سابق صدر رہتے اور شبِ وصال تک حسبِ معمول علمی و تحریری کاموں میں مصروف رہے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر صاحب زادہ سیّد وجاہت رسول قادری نے مرحوم کی صاحبزادی سے فون پر تعزیت کی اور ادارے میں آپ کے لیے ایصالِ ثواب کیا گیا۔ سیّد وجاہت رسول قادری (صدر)، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (جنرل سیکریٹری)، پروفیسر دلاور خان (جوائنٹ سیکریٹری) و دیگر اراکین ادارہ دُعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اُن کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام احمد رضا اور تجدید واحیاے دین

ڈاکٹر عبد الجبار جونیجو (رئیس کلیہ فنون، سندھ یونیورسٹی، چیئرمین سندھی ادبی بورڈ، جامشورو)

ہندوستان میں ۱۵۸۷ء کے بعد کا دور سب سے بڑا انقلابی و آزمائشی دور تھا جب کہ سلطنتِ مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا تھا اور ہندوستان کی سیاست بہت پیچیدہ اور الجھی ہوئی تھی۔ مسلمان انگریزوں کے ظلم و ستم سے مجبور ہو چکے تھے اور دین کے نام پر مذکورہ بالا فتنے اُٹھ چکے تھے۔ دینِ اسلام کے وقار کو خطرہ پیدا ہو چکا تھا، اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویت الایمان پھیلائی گئی تھی، عین ایسی نازک حالت میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان پورا ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایک رہنمائے کامل بھیجتا ہے جو مردہ سنتوں کو زندہ کرتا اور بدعات کو مٹاتا، گمراہی کو دور کرتا اور قوم کو بھولی بسری باتوں کی یاد دلاتا ہے جس کی پہلی کڑی امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپ کے بعد جو مشہور شخصیتیں اس کام کی انجام دہی کے لیے آتی رہیں ان میں حضرت امام مالک، امام شافعی، رازی، غزالی، ابو بکر باقلانی، مجدد الفِ ثانی، اورنگ زیب عالمگیر، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اس کی آخری کڑی اس صدی میں امام احمد رضا ہیں، آپ ایسے وقت پیدا ہوئے جب یہ فتنے جو اوپر ذکر کیے گئے اُٹھ چکے تھے انگریز حکومت کے ذریعے ان فتنوں کو ہندوستان کے ہر گاؤں ہر شہر اور ہر گھر میں پھیلایا جا رہا تھا۔ آخر کار، ایک مردِ مومنِ کامل وارثِ علمِ رسالت تاجدارِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خدا اور رسول کا سہارا لے کر ان باطل پرستوں اور انگریز حکومت سے مقابلے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی زبان اور نوکِ قلم کو حرکت دے کر اس طوفان کا مقابلہ کیا جو درحقیقت مجدد کی ذمّے داری ہوتی ہے۔ یعنی جو لوگ کتاب و سنّت پر عمل ترک کر چکے ہوں اور سنتیں مٹتی جا رہی ہوں تو سنتوں کو زندہ کرنا اور کتاب و سنّت پر عمل کرنے کے لیے حکم دینا اور کوشش کرنا اور باطل پرستوں سے جہاد کرنا وغیرہ امام احمد رضا نے اس کو اپنے پورے کمال ہمت کے ساتھ کر دکھایا، مجدد کی تعریف یہ ہے کہ اسے بصیرت اسلامیہ کے ساتھ ساتھ تفقہ فی الدین عطا کیا جاتا ہے جو تجدید، احیاء الدین کرتا ہے اور وہ قرآن وسنت کی روشنی کے دائرے میں رہ کر محیر العقول کارنامے انجام دیتا ہے جس سے دوسرے صاحبِ کمال اذہان خالی ہوتے ہیں اور علوم قرآنیہ پر وہ پوری پوری نظر رکھتا ہو جس میں ایک طرف وہ منشائے دین سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے تو دوسری طرف تفسیر بالرائے سے محفوظ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات صحابہ کرام ائمۂ دین کے اقوال پر تفقہ کے ساتھ کامل نگاہ رکھے اُصولِ احادیث اور علم الرجال سمیت احادیث پر پوری پوری دستگاہ رکھتا ہو اور احادیث کا مفہوم ناسخ و منسوخ کو اچھی طرح جانتا ہو ان علوم میں کمال کے لیے عربی صَرف و نحو و علمِ لغت و معانی و محاوراتِ عرب میں مہارت تام حاصل ہوا۔ یہ سب باتیں

امام احمد رضا میں بدرجۂ اتم موجود تھیں آپ کی ذاتِ گرامی ایسی نہیں ہے کہ آپ کے علوم کا احاطہ ہم جیسے لوگ کر سکیں پھر بھی کچھ علوم کی فہرست جس میں آپ ماہر اور امام تھے ملاحظہ فرمائیں:

قرآنِ کریم کی تفسیر، قراءت، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، اسماالرجال، جرح و تعدیل، فقہ، اصولِ فقہ، معقول منطق، کلام، ادب، معانی، بیان، بدائع، بلاغت، صرف و نحو، عروض، تصوّف، سلوک، تواریخ، فنّ تاریخ، سیر، مناقب، علمِ ہندسہ، حساب، جبر و مقابلہ، ریاضی، ہیئات، طبیعات، نجوم، علمِ جفر، تکسیر، توقیت، وغیرہ۔ بعض وہ علوم ہیں جن پر یورپ کو امتیاز اور فخر تھا اور یورپ ہی ان علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور جو صرف انگریزی ہی میں تھے ان پر عبور ایک کرامت تھی۔ امام احمد رضا نے مختلف علوم و فنون میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کے مطالعے سے آپ کی تبحرِ علمی اور جامعیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی تصنیفات کم و بیش بارہ سو ہیں اور بعض کتابیں کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ فقہ و احکامِ شرع و علومِ اسلامیہ میں امام احمد رضا کے بلند پایہ مجدّد ہونے کی شہادت آپ کا مجموعۂ فتاویٰ ہے جس کا تاریخی نام العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ہے جو بڑی تقطیع کی بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد میں ایک ہزار سے زائد صفحات ہیں اس فتاویٰ مبارک میں مسائلِ فقہ اور ان کی جزئیات و حوالہ جات مدلل اور مکمل ہیں مگر بے شمار نازک ترضمنی مسائل اور ان تحقیق میں علوم و فنون کا ایسا نادر ذخیرہ ہے جو فقہائے متقدمین و متاخرین کے مبسوط مصنفات میں علوم و فنون بڑی سرگردانی اور کاوش کے بعد مل سکیں۔ آپ نے متعدد کتابیں عربی زبان میں تحریر فرمائی ہیں جو اپنی مثال و شان میں تحقیقات کی خزائن ہیں جن کے مطالعے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے آپ کو ہر علم و فن میں کمال عطا فرمایا تھا۔ آپ نے قرآنِ کریم کا نہایت سلیس جامع ترجمہ بھی فرمایا ہے جو اپنی شان میں تمام ترجموں سے ممتاز ہے اور بامحاورہ ہونے کے باوجود صحت کے اعتبار سے بے مثل اور اہلِ علم میں بہت مقبول ہے۔ آپ کی تبحرِ علمی اور شانِ تجدیدیت کا اعتراف علمائے عرب، مصر، شام، عراق، اردن، بیروت، افغانستان، ہندوستان وغیرہ کے ان جلیل القدر حنفی، مالکی، شافعی علمائے کرام و مفتیانِ عظام کو ہے جن کی بارگاہ میں صاحبانِ کمال صاحبِ علم کی پیشانیاں جھکی رہتی تھیں ملاحظہ ہو حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ وغیرہ۔

تیرہویں صدی ختم ہوئی یکم محرم الحرام کا آفتاب نمودار ہوا تو مجدّدِ دین و ملّت امام احمد رضا خاں بریلوی نے فرمایا اب صدی بدلی گویا اب تک تو اہل باطل و گمراہوں اور بدمذہبوں کا ردّ و ابطال ایک مفتیِ شرع اور عالمِ دین کی حیثیت سے تھا لیکن اب چودھویں صدی میں جو کام ہوگا وہ ایک مجدِّد ہونے کی حیثیت سے ہوگا اور تمام علوم قدیمہ و جدیدہ میں فرق کیا جائے گا۔ ہر ملحد و بے دین، و صلح کلی و بدمذہب و بدعقیدہ سے جہاد فرما کر تلوارِ قلم سے اس کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا۔ اور ناموسِ رسالت کی حفاظت کی جائے گی ہر دلِ مسلم کے اندر عشقِ خدا و رسول اور محبتِ اولیاء کی دولت بھر دی جائے گی۔ اگرچہ میرے مقابلے میں انگریز حکومت اور اس کے وفادار غلام

دینِ اسلام کے ٹھیکیدار بن کر علماے دیوبند کی شکل میں آئیں گے ان آمرانہ و جابرانہ طاقتوں کے خوف سے بے نیاز ہو کر بلاخوفِ لومتِ لائم حق کا پرستار ہو کر بڑی بے باکی جرات و ہمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ساتھ تجدیدِ احیاے دین کا کام کیا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے تجدیدِ احیاے دین کا کام شروع کیا جس طرح حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقا اُٹھے اور اکبر کے دینِ الٰہی کے فتنے کو دبا کر رکھ دیا اور لوگوں کو دینِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی طرف متوجہ کیا اور دنیا آج تک اکبر کے اس فتنے کو تحقیر اور حضرت مجد دالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کارنامے کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ انصاف پسند غور فرمائیں کہ اکبر کے دینِ الٰہی کے فتنے کی بیخ کنی کو دین کو مسخ کرنا کہیں گے یا تجدید احیاے دین؟ یقیناً ہر منصف مزاج دل پکارے گا کہ اسی کو تجدید احیاے دین کہتے ہیں، چنانچہ مجدّدِ دین و ملت امام احمد رضا نے اس صدی میں برطانوی حکومت کے منتخب کردہ علماے سو (دیوبندی علما وغیرہ جنھوں نے مسلمانوں کے درمیان فساد برپا کرنے کے لیے عقائدِ باطلہ کا پرچار کیا) کے خلاف قلمی جہاد فرمایا، اور ان فتنوں کو دبا کر صحیح اسلامی روپ پیش کیا۔ کیا اس کو فساد کہا جائے گا؟ یا تجدیدِ احیاے دین؟ امام احمد رضا نے اہلِ بدعت و ضلالت، قادیانیت و مجدیت، سامراجیت و دہریت کا رد فرمایا اور جو کافر تھے انھیں کافر بتایا جس پر تمام عرب و عجم پکار اٹھا بڑے بڑے مفتیانِ عظام اور علماے کرام لرز اٹھے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مجدّدِ وقت خاموش رہتا، امام احمد رضا کو اسلام کے انتہائی درد نے بے چین کر دیا باطل کی نقاب کشائی فرمائی اسی کو تجدید و احیاے دین کہتے ہیں اور اس وجہ سے آج بھی عالمِ اسلام امام احمد رضا کو مجدّدِ دین و ملت کہتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ
واهل بیتہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

وفیات

حضرت علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ العالی کے بہنوئی اور بزرگ عالمِ دین مولانا محمد صدیق نقشبندی، ۱۸ رجون ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک کو انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری علیہ الرحمۃ علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی اور علامہ ابوداؤد محمد صادق رضوی مدظلہ العالی سے علمِ دین حاصل کیا اور پچاس سال تک امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے صدر جناب صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں نوری، فنانس سیکریٹری جناب حاجی عبداللطیف قادری، منیجر محمد اشرف جہانگیر اور ادارے کے دیگر اراکین و عملہ دعاگو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اُن کے درجات بلند کرے اور مرحوم کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کلامِ رضا سے ماخوذ تعلیمی فِکر

محمد افضل

﴿لیکچرار ایجوکیشن، گورنمنٹ ڈگری کالج بھو آحسن (منڈی بہاؤالدین) پنجاب (پاکستان)﴾

اعلیٰ حضرت کی مدد الٰہی کے لیے پکار

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ نے زندگی کے ہر موڑ پر اللہ رب العزت کی رحمتِ بے پایاں اور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کی دعا کی۔ معمولاتِ زندگی، خوشی، غم، ہجر، وصال اور صبح و شام اللہ پاک کی رحمت ہی انسان کے لیے واحد سہارا ہے جو انسان کو دکھوں اور پریشانیوں سے نجات دلا کر کامیاب و کامران بنا سکتا ہے۔

عملِ تعلیم ایک پیچیدہ عمل ہے۔ ایک مشکل سفر ہے جسے انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر صحیح طور پر مکمل نہیں کر سکتا۔ کسی مدرسے میں داخلے کا فیصلہ ہو، مضامین کے انتخاب کی بات ہو، مقصدِ حیات کو سمجھنا ہو، استاد کی رہنمائی ہو یا کہ امتحانات کی مشکل گھڑی ہر جگہ طالبِ علم کو اللہ رب العزت کی مدد کی دعا کرنی چاہیے اور محنت کے ساتھ ساتھ صدقِ دل سے اللہ پاک پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اپنی کامیابی کو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی سمجھا جائے تو یہ سفر بہت آسان ہو جاتا ہے اور منزل خود چل کر قریب آتی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل نہ کی جائے تو تعلیمی سفر کی مشکلات اور ناکامیاں انسان کو مایوسی کی طرف لے جاتی ہیں لیکن اگر بھروسہ اللہ کی ذات پر ہو تو کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی۔ اسی طرح بعض اوقات اساتذہ کو بھی تدریس کے عمل میں مختلف مسائل کا سامنا رہتا ہے جس میں نظم و ضبط طلبہ کی ضروریات و خواہشات کو سمجھنا، طریقۂ تدریس معاونات کا استعمال، نفسِ مضمون پر مہارت، اعلیٰ اخلاق، شخصیت کی تعمیر، باہمی تعاون، خاص طور پر شامل ہیں، اگر اساتذہ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی التجا کریں اور مُعلّمِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ان مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کریں تو تعلیم کا یہ عمل معلم و متعلم دونوں کے لیے ہی خوشگوار بن سکتا ہے۔ اور ناکامی کے خوف کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔

محکمۂ تعلیم کے منتظمین، منصوبہ ساز، مدونِ نصاب اور سربراہانِ ادارہ بھی اپنی ذمے داریوں کی بجا آوری میں اگر اسی اصول کو مدِ نظر رکھیں تو ہمارے بہت سے معاشرتی مسائل جو دراصل تعلیمی مسائل ہیں حل ہو سکتے ہیں۔ تدون نصاب کے عمل میں، مقاصدِ تعلیم کے تعیّن میں مقصدِ تخلیق کائنات و تخلیقِ آدم کو مدِ نظر رکھا جائے اور خاص طور پر اسلام نے تخلیق انسان کا جو مقصد بیان کیا ہے اس کو ترجیح دی جائے تاکہ آج کا انسان جو صرف مادیت کی خاطر تعلیم حاصل کر رہا ہے اپنے اصل مقصد کو سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو سکے۔

اعلیٰ حضرت کی علم سے محبت

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد درو ے
جز من و چند کتابے و دوات قلمے

جس طرح امام احمد رضا نے علم کو ذریعۂ تحسین یا حصولِ دولت نہیں بنایا بلکہ خالصتاً رضائے الٰہی، معرفتِ الٰہی اور احکامِ شریعت کو سمجھا ان پر عمل کرنا اور ان کو دوسرے انسانوں تک پہنچانا مقصود تھا۔ اور جس میں امام احمد رضا کامیاب بھی رہے دراصل کسی متعلم کا مقصدِ تعلیم ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ دنیا یا دولت کے لیے علم حاصل کرنا گناہ ہے حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

"جو علم فائدہ نہ دے اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں"۔

ایک اور جگہ فرمایا:

"قیامت کے روز اس عالم کو سخت ترین عذاب ہو گا جو اپنے علم سے فائدہ نہیں اُٹھاتا اور جس کے علم سے دوسرے فائدہ نہیں اُٹھاتے" مندرجہ بالا احادیث کے مفہوم سے پتہ چلا کہ علم وہی اچھا ہے جو پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہو اور اس پر عمل کیا جائے اور دوسروں کو اس سے مستفید کیا جائے۔

اسلام نے واضح طور پر ہدایت و رہنمائی کے اصول و نظریات پیش کیے ہیں ہمارے افکار اور اعمال انہیں اصول و نظریات کے سانچے میں ڈھلنے چاہییں۔

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں کہ

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل؟
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اسلامی نظامِ تعلیم اپنے طلبہ میں حقیقت کی پیاس اور اس کی تلاش و جستجو کا جذبہ پیدا کرتا ہے اسلام سطحی علم کا قائل نہیں بلکہ وہ حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔ طلبہ کو چاہیے کہ قرآنِ مجید اور احکامِ شریعت میں غور و فکر کریں اور عقل و شعور سے کام لیتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہوں بقول علامہ اقبال:

قرآن میں غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

جس طرح راہِ حق میں جان نثار کرنے والے مجاہد کا مقصد و آرزو صرف اور صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے بالکل اسی طرح مومن مسلمان کو بھی چاہیے کہ حصولِ علم کو دنیاوی مال و متاع کا ذریعہ نہ بنائے بلکہ مجاہد کی طرح اس کا مقصد بھی خالص ہو، بقولِ شاعر

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

تعلیمی عمل میں ذہنی انتشار کا حل

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

حصولِ تعلیم میں طلبہ کو مختلف مسائل کا سامنا رہتا ہے بعض اوقات مالی مسائل کی وجہ سے تعلیمی سلسلے کو برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور کبھی انسان کی صحت اس کا ساتھ نہیں دیتی کبھی گھریلو ذمے داریاں اس سفر میں رکاوٹ بنتی ہیں تو کبھی سماجی مسائل متعلم کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنا سفر مسلسل جاری نہیں رکھ سکتا بعض اوقات کسی غلط فیصلے اور ذہنی انتشار کی وجہ سے طالب علم ناکام ہو جاتے ہیں تو ایسے طلبہ کو امام احمد رضا پیغام دیتے ہیں کہ تم صرف محنت کرو، اور بھروسہ اللہ کی ذات پر رہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس وقت کسی کام

کی تکمیل کا وقت اور حکم اللہ کی طرف سے ہو جاتا ہے اس وقت اسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی اس لیے ناکامیوں اور مسائل کی وجہ سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ اسے حکمت الٰہی سمجھ کر قبول کرنا چاہیے اور محنت جاری رکھنی چاہیے بعض اوقات معاشرتی ناانصافیوں کی وجہ سے طلبہ بددل ہو جاتے ہیں اور تعلیم کو ایک فضول سرگرمی خیال کرتے ہوئے اس میں دلچسپی چھوڑ دیتے ہیں دراصل یہ ایک شدید قسم کا ذہنی انتشار ہے جو انسان کو مایوسی کی طرف لے جاتا ہے اور وہ محنت کی بجائے تعلیم سے جی چرانے لگتا ہے حتیٰ کہ وہ پڑھنے پڑھانے کے عمل سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ گو کہ تعلیم انسان کو روزگار حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے اس کو مختلف مہارتیں سیکھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے مگر تعلیم کو مقصدِ روزگار نہ بنایا جائے تو بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ تعلیم کا مقصد معرفتِ الٰہی ہونا چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنی پہچان کرے کہ وہ کیا ہے اور اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:

"جو اپنے آپ کو پہچان لے، وہ اپنے رب کو بھی پہچان لے گا۔"

اسی بات کو علامہ اقبال یوں بیان کرتے ہیں:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے سے زندگی میں ناکامی، پریشانی کا خوف ختم ہو جاتا ہے اور انسان حقیقت میں مومن بن جاتا ہے جو اپنا ہر فیصلہ اللہ پاک کے سپرد کرتا ہے اور پھر ان پر شکر بجا لاتا ہے امام احمد رضا فرماتے ہیں:

لطف اُن کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

[illegible] کا [illegible]
کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ایسا نسخہ کیمیا ہے کہ جس کے ہاتھ بھی آیا اس کو دنیا و آخرت میں ناکامی تو کیا اس کا خوف بھی نہیں رہتا۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ اگر ہم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں تو کامیابی یقینی ہے۔

آج ہمارا معاشرہ انتشار کا شکار ہے، معاشرتی ناانصافیاں عروج پر ہیں۔ غیر شرعی کام اور غیر اسلامی طاقتیں دن بدن زور پکڑ رہی ہیں ان سب کا ازالہ دراصل تعلیم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ اگر ہم اپنے مقاصدِ تعلیم میں وہ مقاصد سامنے رکھیں جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان کیے ہیں اور ان مقاصد کے حصول کے لیے وہی علوم اور سرگرمیاں ترتیب دی جائیں جو ان مقاصد سے موافقت رکھتی ہیں اور انہیں مقاصد کے تحت نفسِ مضمون ترتیب دیا جائے تو یقیناً ہمارے معاشرتی مسائل حل ہو سکتے ہیں اور ہماری دنیا جو آج پریشانیوں کا گھر بن گئی ہے اور ہم اغیار کے سامنے جھولی پھیلائے [illegible] مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ نبی پاک [illegible] معلمِ اعظم ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم کے مقاصد، طریقہ تدریس، نفسِ مضمون اور جانچنے کا جو طریقہ بتایا ہے اگر اس کو اپنا جائے تو ہم [illegible] ہمیں کسی غیر سے مدد مانگنے کی ضرورت نہیں۔

اس سلسلے میں تعلیمی اداروں کے سربراہان کو چاہیے کہ اداروں کے اصول و قوائد اسوۂ حسنہ کے مطابق تشکیل دیں، اساتذہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور طلبہ کی ضرورت، خواہش اور مقصدِ حیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے

شریعت کے مطابق تعلیم دیں۔ نصاب اسلامی بنیادوں پر تدوین کیا جائے۔ اداروں کے ماحول کو اسلامی بنایا جائے کلاسوں میں انفرادی طور پر بھی اور ادارے کے اندر اجتماعی طور پر بھی اسلامی روایات کو فروغ دیا جائے اور ایسی سرگرمیاں ترتیب دی جائیں جن سے احکام شریعت پر عمل کرنے کی ترغیب ہو طلبہ کے اندر، عزّتِ نفس، خودداری پیدا ہو وہ اپنی ذات کو سمجھ سکیں اور غیر کے سامنے جھکنے کی بجائے محنت کی عظمت پر یقین رکھیں۔ یقیناً ان پر اللہ کا فضل وکرم ہوگا۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں:

کیا اس کو گرائے دہر جن پر تو نظر رکھے
خاک اس کو اُٹھائے حشر جو تیرے گرے دل سے

جب کوئی قوم تن آسانی، آرام طلبی، اور آسائش میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر زوال اس کا مقدر بن جاتا ہے۔ اسی طرح جو طالبِ علم محنت سے جی چراتے ہیں اور آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف کوئی عمل کرتے ہیں تو یقیناً ان کو پریشانی ہوتی ہے کیونکہ کامیابی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی میں ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت قرار دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

جس نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یونہی خوار پھرتے ہیں
آہ کل عیش تو کیے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

آج ہمارے سماجی حالات اس طرح کے ہوگئے ہیں کہ ہر وقت برائی منہ کھولے ہمارے سامنے کھڑی ہے۔ میڈیا بے حیائی کی تبلیغ میں سرگرم ہے غیر اسلامی طاقتیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر رہی ہیں اور ہم بڑے ہی غیر محسوس انداز سے اس دلدل میں گرتے جارہے ہیں بلکہ اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہمیں بے حیائی، کبھی معیوب نہیں لگتی ہم نے خود اس کو اپنانا شروع کر دیا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ہم اس کے فروغ میں شامل ہیں تو غلط نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جنگل درندوں کا ہے میں بے یار شب قریب
گھیرے ہیں چار سمت سے بدخواہ لے خبر

ہمارے پورے معاشرے پر غیروں کی تہذیب کا رواج ہے، ہماری پالیسیاں درآمد شدہ ہیں اور ہمارے ذہن کند ہو چکے ہیں۔ غیر ملکی امدادوں کے بعد اب ہمارے پاس ان کی پالیسیوں پر عمل کے سوا چارہ نہیں۔ ہمارے مقاصدِ تعلیم کسی اور معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں جب مقاصد ہی موزوں نہیں تو باقی اجزا کیونکر ٹھیک ہوسکتے ہیں۔ ہماری اخلاقی و سماجی، سیاسی، جذباتی قدریں بدل چکی ہیں۔ ہماری شناخت ختم ہو رہی ہے۔ ہماری زبانِ اردو اپنا قومی تشخص کھو رہی ہے۔ ہمارا لباس بدل رہا ہے۔ رہن سہن کے انداز اور ہوگئے ہیں، ایسے میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا ہے اور اُس کا حل صرف اور صرف اسوۂ حسنہ پر عمل ہے ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

راہ پر خار ہے کیا ہونا ہے
پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
خشک ہے خون کہ دشمن ظالم
سخت خونخوار ہے کیا ہونا ہے

فکر کا آفتابِ جہاں تاب

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رضوی مظہری رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب:	تاجدارِ مُلکِ سخن	مصنف:	پروفیسر محمد اکرم رضا
صفحات:	272	قیمت:	200روپے

بڑے کاموں کے لیے قدرت ہمیشہ بڑے لوگوں کو تخلیق کرتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انہیں بڑے لوگوں کے کارناموں سے تاریخ فکر وادب کا تعین کیا جاتا ہے۔ امام احمد رضا فاضلِ بریلوی بلاشبہ ایسے ہی بطلِ جلیل تھے جنھوں نے تاریخِ برصغیر کے پس منظر اور پیش منظر میں یادگار کردار ادا کیا۔ آپ نادرِ روزگار شخصیت تھے۔ خداداد نظریاتی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ آپ کی فکرِ رسا سے نامساعد حالات کی گتھیاں سلجھتی تھیں۔ ۱۸۵۷ء میں تخت و تاج کھو دینے کے بعد عالمِ اسلام فکری جمود، تن آسانی، سیاسی تدبر سے دوری اور احیائے علمی کے حوالے سے پس ماندگی کا شکار ہو چکا تھا۔ ذلت وخواری کے اس کثافت زدہ سمندر میں شوکتِ عظمتِ رفتہ کا بھاری پتھر پھینکنے کے لیے جس جرأت آزما کی ضرورت تھی وہ بلاشبہ شاہ احمد رضا خاں محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جنھوں نے اوسط درجے کی زندگی پائی مگر اُن کے کارہائے نمایاں کی بلندی کے سامنے ہمالہ بھی جھکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

امام احمد رضا کیا نہیں تھے، درجنوں علوم کے ماہر، فنون میں یکتا، مفسر، محدث، عالمِ کامل، مفتی، قرآنِ حکیم کے شارح، دو قومی نظریے کو حیاتِ نَو دینے والے، ایک ہی وقت میں ہندوؤں، سکھوں، قادیانیوں اور منبر و محراب کے وارث ہو کر قومِ مسلم کو اوطان تک محدود کرنے والے کے خلاف جرأت آزمائی کے جوہر دکھانے والے، تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، شدھی، سنگھٹن جیسی تحریکات کا حقیقی چہرہ، اہلِ اسلام کو دکھانے والے اس سے بڑھ کر ان کی عظمت اور کیا ہوگی کہ تحریکِ خلافت کے مسلم زعمانے ایک دور میں آپ کے فرمودات کو قولِ فیصل مان کر اپنی مساعی کو لاحاصل قرار دے دیا تھا۔

یہی نہیں بلکہ فقیہ ایسے کہ فقہاے عالم ان کی بلائیں لیتے تھے۔ عجم کے ماہِ کامل، عرب کے علما و مشائخ کی آنکھوں کے تارے، ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف، مدبر ایسے کہ آپ کے لوہے نے ہر لوہے کو کاٹا۔ اپنے تو اپنے اغیار بھی آپ کا لوہا مان گئے۔ اس سے بڑی عظمت کیا ہوگی کہ عصرِ حاضر میں آپ پر درجنوں اصحابِ علم ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں، درجنوں ایم فِل کر چکے ہیں اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں آپ پر لکھے گئے تحقیقی مقالات کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے۔ یہ سلسلہ رُکا نہیں بل کہ جاری ہے۔ یہ کاروان تھما نہیں بل کہ منزلِ تحقیق کی طرف برق رفتاری سے جاری ہے۔

اندھیرا چھٹتا جاتا ہے، اُجالا ہوتا جاتا ہے
امام احمد رضا کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

امام موصوف کی بے شمار علمی، فقہی اور نظریاتی خدمات اپنی جگہ، انہوں نے نعت گوئی میں جو روشن کردار ادا کیا ہے، اُس کی چکا چوند ہر ادبی دبستان میں محسوس ہو رہی ہے۔ اب تک اصحابِ ذوق سینکڑوں نعتیہ دیوان چھوڑ گئے اور بے شمار نعت گو مداحِ رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلستان سجا رہے ہیں لیکن لوگ بعض کے نام بھی نہیں جانتے اور ان کے لیے کسی معروف شاعر کے نعتیہ کلام سے چند اشعار پیش کرنا مشکل ہو جاتا ہے مگر ایک "حدائق بخشش" کو دیکھیے، ایک زمانہ بیت گیا مگر اس نعتیہ صحیفے کی فکری عظمت، ادبی سرفرازی، شعری سربلندی اور عشق و عقیدت کی رفعت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ مساجد، خانقاہی اور مذہبی حلقے ہی نہیں بل کہ زمانے بھر کے ادبی دبستان اس کے تذکار سے آباد نظر آتے ہیں۔ چاروں طرف ایک ہی صدائے شوق ابھر رہی ہے کہ

کل بھی رضا کی شاعری تھی حاصلِ حیات
اب بھی اُسی کے حسن سے ہے حسنِ شش جہات

فاضلِ بریلوی کی نعت گوئی کا کمال یہ ہے کہ ایک عالمِ دین اور نابغۂ روز گار نعت گو ہونے کی حیثیت سے آپ نے خود ہی آدابِ نعت گوئی متعین کیے اور ان آدابِ نعت کو حاصلِ افکار بنا کر دکھا دیا۔ آج نعت کے حوالے سے شاید ہی کوئی کتاب یا ادبی ارمغان ہو گا جس میں اعلیٰ حضرت کے حوالے سے نعت کی حدود و قیود کے تعین سے نعت کی تعریف کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو۔ آپ نے خود ہی اس پر عمل پیرا ہو کر دکھا دیا۔ آپ کی یہی ادا نعت کے متوالوں کو بھا گئی۔ اسی سبب سے ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی آپ کو "امام نعت گویاں" کہا جاتا ہے اور بزمِ ہستی مدتوں اس لقب کو آپ کی شاعری کا اعزاز بنائے رکھے گی۔

زیرِ نظر کتاب "تاج دارِ ملکِ سخن" امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری پر تنقید و تحقیق کے حوالے سے ایک روشن حوالہ ہے۔ میں نے اس کتاب کو ایک نظر دیکھا تو نہایت فرحت محسوس ہوئی کہ ایسے عالم میں جب کہ فاضلِ بریلوی کی حیاتِ مقدسہ اور فقہی کارناموں کے حوالے سے سوانحی کتب کا ایک بحر ذخار بہہ رہا ہے، ایک ایسی کتاب کی بھی ضرورت تھی جو عام ڈگر سے ہٹ کر ہو اور جس میں فاضلِ بریلوی کے نعتیہ اسلوب، مشہور نعتوں، قصائد اور اوزان و بحور پر بحث ہو۔ اس طور عصر حاضر کے طالبِ علموں اور فکرِ رضا تک رسائی کے آرزو مند شائقین کو ایک جادۂ عمل متعین کرنے میں آسانی ہو گی۔ بحمداللہ اس تصنیفِ لطیف میں جہاں ایک طرف آپ کے کارناموں کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے وہاں سلامِ رضا، قصیدۂ نور، قصیدۂ معراجیہ اور دوسرے قصائد پر بھی بحث کی گئی ہے۔ آپ کی حسنِ تراکیب کی رنگا رنگی، وسعتِ مضامین اور شوکتِ نعت گوئی کا بھی تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ تنقید گھبراہٹ بخشنے والی چیز نہیں بل کہ اس سے محبوب کے خدوخال مزید نکھرتے ہیں۔ فکری محاسن مزید اُجاگر ہوتے ہیں اور انسان کو فرشتہ سمجھنے کے بجائے اس کے وقارِ بشریت کو شمعِ راہ بنایا جاتا ہے۔

"تاج دارِ ملکِ سخن" کے مصنف معروف نعت گو شاعر، ادیبِ شہیر اور بہت سی کتب کے مصنف پروفیسر محمد اکرم رضا محتاجِ تعارف نہیں۔ ان کی دیگر صفات اپنی جگہ لائقِ تحسین ہیں مگر مجھے یہاں ان کی نعت گوئی اور تنقیدِ نعت کے حوالے سے کچھ عرض کرنا ہے۔ جناب رضا محض نعت گو شاعر نہیں بل کہ اس قدر بلند نعت گو ہیں کہ آج ایک زمانہ ان کی نعتیہ تگ و تاز سے خوشہ چینی کر رہا ہے۔ وہ ایک طویل عرصے سے نعت کہہ رہے ہیں۔ اس وقت سے جب نعت کی اشاعت کے لیے رسائل و اخبارات میسر نہیں ہوتے تھے اور فقط مذہبی اور نظریاتی رسائل ہی نعت گوئی کے حسن کو اپنے دامن میں سموتے تھے۔ یہ حضرت ضیاء القادری بدایونی،

علامہ اختر الحامدی، عزیز حاصل پوری، حافظ مظہر الدین کے قافلے کے مسافر ہیں کہ جن کی نعتیں آستانہ اور آئینہ جیسے ممتاز نظریاتی رسائل کی زینت بنتی تھیں۔ اخبارات تو فقط ولادتِ رسول یا معراجِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے مقدس ترین ایام پر اپنے اخبارات میں تبرکاً دو تین نعتیں شامل کرلیتے تھے۔ یہ ربِّ کریم کا فیضان ہے کہ علامہ محمد اکرم رضا ان میں بھی نظر آجایا کرتے تھے۔

محمد اکرم رضا کی نعت گوئی، عشق و عقیدت، سوز و گداز، فکری وارفتگی، روحانی تپش، جذباتی استغراق اور روحانی ذوق و شوق سے عبارت ہے۔ ان کی نعت گوئی محض اپنی سخن گوئی کو منوانے کے لیے نہیں بل کہ ان کی نعت تو قارئین کو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلزمِ نور میں ڈوب جانے کا پیغام دیتی ہے۔ ان کی نعتیں حسنِ ذوق کی ترجمان اور ایمان و ایقان کی پہچان ہیں۔ آج ایک زمانہ ان سے خوشہ چینی کر رہا ہے اور یہ فقط محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ ارادت مندی کا فیضان ہے۔

یہ نعت کہتے ہیں تو لغزیدہ فکر اور لرزیدہ بدن کے ساتھ کہ بارگاہِ رسالت مآب میں لفظ نہیں، جذباتِ عقیدت قبول ہوتے ہیں اور یہ جذباتِ عقیدت جناب رضا کی نعت گوئی سرفرازیِ عمل عطا کر رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں

مدح خواں ہیں ترے انبیا، اولیا
تو رضا لائے کیا نعت کا حوصلہ
پھر بھی ہے اِک طرف سر خمیدہ کھڑا
نعت ہی اس کی چاہت کا اظہار ہے

جناب رضا فقط عظیم نعت گو شاعر ہی نہیں بل کہ ان کا شمار عصر حاضر کے انتہائی منتخب نقادانِ نعت میں ہوتا ہے جس ادبی رسالے اور علمی ارمغان میں دیکھیے، تنقیدِ نعت کے حوالے سے ان کے جواہر پارے بکھرے نظر آتے ہیں۔ ان کی محنت، فکری عرق ریزی اور تحقیقی کاوش نے انہیں اہلِ ادب کا اعزاز بنادیا ہے۔ نعت کے حوالے سے شائع ہونے والا کوئی بھی جریدہ شاید ہی ایسا ہو جو ان کی نگارشات سے محروم رہا ہو۔ یہ ربّ العالمین کا فضلِ بے بہا ہے کہ جس نے نہ صرف انہیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت گوئی اور ثنا گوانی کے لیے منتخب کیا بل کہ تنقیدِ نعت کی صورت میں ان سے وہ کام لیا جو مدتوں ان کے علمی وقار اور اعزاز کا احساس دلاتا رہے گا۔

پروفیسر محمد اکرم رضا امام نعت گویاں حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے غایت درجہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ شاید بچپن ہی سے ان کے سینے میں پلنے والی یہی محبت تھی جس نے انہیں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نقوشِ نعت کو چراغِ عمل بنا کر ان پر چلنے کا سلیقہ بخش دیا۔ نعت پر بے شمار تنقیدی مقالات کے علاوہ ان کے درجنوں مضامین امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی فکر سخن آرائی کا تحقیقی جائزہ لینے کے لیے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے ان میں سے چند مضامین کا انتخاب کیا اور "تاج دارِ ملکِ سخن" کے نام سے پیش کر دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کی نگارشات کا دوسرا مجموعہ جلد از جلد قارئین کے ذوق و شوق کی نذر بن سکے۔ بے شمار دعائیں پروفیسر محمد اکرم رضا کے لیے جن کا قلم تھکن سے ناآشنا اور جمود کے تصور سے بھی دور ہے۔ خدا کرے کہ ہر آنے والا دور ان کی فکری رفعتوں کے چراغوں کو مزید لو دیتا رہے۔ جملہ قارئین سے استدعا ہے کہ ربِّ دو جہاں سے بوسیلۂ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے لیے صحتِ کاملہ کی دعا فرمائیں، مجھ فقیر پر آپ کی نوازش ہوگی۔

دور و نزدیک سے

آپ کے خطوط کے آئینے میں

سلیم اللہ جندران (منڈی بہاؤالدین):

الحمدللہ! کافی عرصہ کے بعد آپ کی ادارہ کے دفتر میں آمد کی خبر پاکر نہایت خوشی و مسرت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خصوصی فیضانِ کرم ہوا ہے کہ آپ کو صحتِ کاملہ عطا ہوئی۔ سیکریٹری جنرل ادارہ جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کی بھی مکمل صحت یابی کا علم ہوا۔۔۔ الحمدللہ!

مختلف امور ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا یکے بعد دیگرے عرض ہیں:

1۔ ۲۰۱۰ء کانفرنس کی سالانہ مطبوعات موصول ہوئی ہیں اظہارِ تشکر قبول فرمایئے! سالنامہ 'معارفِ رضا' اردو تو اسلامی کیلینڈر کے بارہ مہینوں کے تقریری و اصلاحی مواد پر مشتمل ہے۔ یہ نہ صرف عام قاری کے لیے بلکہ علمائے کرام' خطباء و واعظینِ کرام کے لیے بارہ مہینوں کے خطابات کے حوالے سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ سنا ہے اس بار اس تاریخی مواد کی اشاعت کی تجویز ادارے کے ریسرچ اسکالر جناب اشرف جہانگیر صاحب نے دی تھی وہ مبارکباد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ انگریزی معارفِ رضا ۲۰۱۰ء میں جناب عبید الرحمٰن صاحب نے انگریزی زبان میں رضویات کے حوالے سے بڑے ہی ضروری موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔ مطالعۂ رضویات کی انگلش ببلیو گرافی ترتیب دیے جانے کی اشد ضرورت تھی۔ جناب محترم محمد عبید الرحمٰن صاحب نے اس سمت قدم اُٹھاکر بین الاقوامی، عالمی زبان انگریزی میں رضویات کے موضوع پر تصنیف و تحقیق اور تفہیم و تبلیغ کرنے والوں کے لیے، آسانی پیدا کردی ہے۔ ربِ ذوالجلال موصوف کو اس کارِ خیر کی جزا عطا فرمائے! ابھی تاہم اس موضوع پر کام کا آغاز ہوا ہے اس سمت مزید کافی کام کرنا ہوگا۔ ان ریفرنسز میں انگریزی زبان کے نظمی رضویاتی مواد کے حوالہ جات کو ابھی شامل ہونا ہے۔ معارفِ رضا اردو (سالناموں) کے انگریزی سیکشن اور کانفرنس کے مجلّہ جات میں متعدد انگریزی نظمیں بھی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات و کردار کے حوالے سے شائع ہوچکی ہیں۔ اُمید ہے اضافہ شدہ مضمون میں وہ چیزیں بھی فاضل محقق شامل فرمالیں گے۔ نیز مناسب ہوگا کہ ایک ہی مصنف کے متعدد ریفرنسز کے عنوانات کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے درج کرنے کی بجائے اُن حوالہ جات کو تاریخی اعتبار سے ترتیب وار (صعودی لحاظ سے) یعنی Chronologically درج فرمایا جائے۔ مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس مضمون کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں صفحہ 73 پر درج سب سے پہلے ریفرنس میں

Cope of Rizviyyat for National Curriculum

کی تصحیح فرماتے ہوئے اُسے

Scope of Rizviyyat for National Curriculum

ٹائپ کردیا جائے تاکہ قارئین اس مضمون کے

درست عنوان سے واقف ہو سکیں۔ محترم عبیدالرحمٰن صاحب کے آغاز کردہ اس پروجیکٹ:

Ridavian Studies: A Bibliography

کو ایم۔اے صحافت/ایم۔اے لائبریری سائنس/ ایم۔اے اسلامک سٹڈیز کی سطح پر تھیس کے عنوان کے طور پر بھی لیا جاسکتا ہے اس ببلیو گرافی کو کتب/ جرائد/ میگزین کے اعتبار سے بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ ببلیو گرافی مضامین (Disciplines) کے حوالے سے بھی مرتب کی جاسکتی ہے۔ امید کی جاتی ہے محمد عبیدالرحمٰن صاحب رضویات کے online references کو بھی آئندہ رپورٹ میں شامل کریں گے۔

2۔ مطالعۂ رضویات کے فروغ کے حوالے سے چند خبریں موصول ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر سیّد شاہد علی نورانی صاحب نے راقم الحروف کو رضویات پر ایڈوانسڈ سٹڈیز کے حوالے سے دو Synopses کی کاپیاں بھجوائی تھیں تاکہ ادارے میں اُن کی رجسٹریشن کی اطلاع دی جاسکے:

۱۔ **مقالہ نگار:** حافظ محمد عارف

موضوع: امام احمد رضا کے معاشی نظریات اور ان کی افادیت فتاوٰی رضویہ کی روشنی میں

درجہ: ایم۔فل

رجسٹریشن نمبر: MPI-FA07-034

سپروائزر: پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔

۲۔ **مقالہ نگار:** محمد سرفراز،

موضوع: امام احمد رضا کے تعلیمی افکار کا تحقیقی جائزہ

درجہ: ایم۔فل لیڈنگ ٹو پی۔ایچ۔ڈی

رجسٹریشن نمبر: MFI-FA08-023

سپروائزر: پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔

ان دونوں مقالہ جات کے عنوان یونیورسٹی آف فیصل آباد کے شعبہ عربی اسلامک اسٹڈیز میں منظور ہوئے ہیں۔ مقالات زیرِ تکمیل ہیں۔

ایک اور خبر یہ بھی ہے کہ راقم پنجاب یونیورسٹی کی مین لائبریری میں اپنے ایجوکیشنل ریسرچ ورک کی خاطر بعض کتب و مقالہ جات کی تلاش میں مصروف تھا تو اُس دوران یہ مقالہ بھی وہاں دیکھنے کا اتفاق ہوا:

مقالہ نگار: حافظ محمد سلیم

شعبہ: شعبہ فلسفہ جامعہ پنجاب قائداعظم کیمپس، لاہور۔

عنوانِ مقالہ: مولانا احمد رضا خان بریلوی کا علم الکلام۔

سالِ تکمیل: 1992ء

نگرانِ مکرّم: پروفیسر ڈاکٹر نعیم احمد

یہ مقالہ 174 صفحات پر مشتمل تھا۔

اُمید کی جاتی ہے کہ مختلف جامعات میں مطالعۂ رضویات پر تکمیل شدہ تھیسز کی جب آئندہ فہرست ادارے کی طرف سے جاری ہوگی اُس میں یہ عنوانات بھی شامل ہوجائیں گے تاکہ مستقبل کے محققین ان سے بھی استفادہ کرسکیں۔

3۔ 'معارفِ رضا' اردو کے لیے ایک محترم دوست جناب محمد افضل لیکچرار ایجوکیشن گورنمنٹ ڈگری کالج بھوآحسن (منڈی بہاؤالدین) کا تحریر کردہ مضمون: "کلامِ رضاؔ سے ماخوذ تعلیمی فکر" بھیج رہا ہوں۔ اس کی اشاعت اِس نئے لکھاڑی کے لیے حوصلہ افزائی کا بھی سبب ہوگی اور تعلیمیات و رضویات کے موضوع پر مزید مفید مواد بھی قارئین کو فراہم ہوسکے گا۔

اس کے ساتھ ہی ایک اور ریڈنگ میٹریل:

"Steps needed to start a journal at international level"

پیشِ خدمت ہے۔ ادارے کے محترم جوائنٹ سیکریٹری جناب پروفیسر دلاور خان صاحب معارفِ رضا اردو/ انگریزی سالانہ جرنلز کو HEC سے Recognize کروانے کے لیے مصروفِ عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی کوششوں میں خیر و برکت فرمائے۔ موصوف کی نظر میں اُمید ہے کہ یہ ساری چیزیں پہلے بھی ڈیسک پر موجود ہوں گی۔ تاہم یہ اُن کی اسائنمنٹ سے متعلقہ مواد ہے اس لیے ارسال خدمت ہے۔

4۔ ادارے کے توسط سے شائع ہونے والی فدوی کی تصنیف "تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق" پر کچھ تبصرے ہوئے ہیں وہ آپ کے مؤقر جریدے "معارفِ رضا" کی وساطت سے بزمِ رضویات تک پہنچانا چاہتا ہوں وہ منسلک بھی کر رہا ہوں اور اُن کی اشاعت کی تفصیل یہ ہے:

ا۔ روزنامہ 'اوصاف' لاہور کے ادبیات سیکشن کے تحت شائع شدہ تبصرہ: مورخہ ۴/ اکتوبر ۲۰۰۹ء۔

۲۔ روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور کے بک شیلف کالم کے تحت گیارہ سطور پر مبنی تبصرہ: مورخہ ۸/ اکتوبر ۲۰۰۹ء۔

۳۔ مجاہد علی صاب پی۔ ایچ۔ ڈی اسکالر (فارسی) لیکچرار گورنمنٹ کالج منڈی بہاؤ الدین کا پیش کردہ قلمی تبصرہ: مورخہ ۱۲/ اکتوبر ۲۰۰۹ء۔

۴۔ پندرہ روزہ "تعلیمی جائزہ" لاہور کے سیکشن گلدستۂ علم و ادب کے تحت شائع ہونے والا "تعلیمی افکارِ رضا" پر تبصرہ: مورخہ یکم تا پندرہ اپریل ۲۰۱۰ء۔

ان تبصروں کے علاوہ متعدد اخبارات و جرائد اور میگزینز میں "تعلیمی افکار رضا پر تحقیق" کے تبصروں کی خبریں راقم کو بعض دوستوں نے ٹیلی فون پر بھجوائیں لیکن اُن کا ریکارڈ بندہ تک نہیں پہنچ سکا۔ ممکن ہے انٹرنیٹ کی اردو سروس میں "تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق" کے عنوان کو درج کر کے سرچنگ کی جائے تو مزید تبصرے اور مبصرین کی آراء فراہم ہو سکیں کیونکہ اکثر اخبارات و جرائد کی ریڈنگ آن لائن بھی دستیاب ہوتی ہے۔ ادارے کے محترم کمپوزر جناب عمار ضیاء صاحب کو میں نے اس بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔

آخر میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل (رجسٹرڈ) پاکستان کراچی کے تمام اراکینِ محترم، متعلقین، متوسلین کی درازیِ عمر، بلندیِ درجات اور دنیاوی و اخروی نجات کے لیے دعا ہے۔ خالقِ کائنات مسبب الاسباب ذاتِ باری تعالیٰ سے بھی التجا ہے کہ اِدارے کے دیرینہ خواب، عالمی جامعہ امام احمد رضا کا قیام، ادارے کے توسّل سے ماسٹر لیول یا ایڈوانسڈ سٹڈیز کے کورسز کے اجرا کی تکمیل کے لیے درکار اسباب و وسائل آپ کو عطا فرمائے! اللہ تعالیٰ اس ادارے کو عالمِ اسلام اور پاکستان کے استحکام، امن و سلامتی اور ترقی و خوشحالی کی خاطر بہترین خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کو رضویات کی مزید کتب شاملِ نصاب کروانے پر ہدیۂ تبریک پیشِ خدمت ہے۔

****

پروفیسر سید اسد محمود کاظمی (گولڈ میڈلسٹ)

پس از تمہید و سلام خیریتِ طرفین مطلوب ہے۔

گذشتہ ماہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا شاہکار مجلہ

"معارفِ رضا سالنامہ 2010"

موصول ہوا۔ مجلہ ملتے ہی وصولی کی اطلاع اور عظیم الشان علمی و تحقیقی خصوصی نمبر کی مبارک باد کا مختصر پیغام بذریعہ ٹیلی فون دے چکا ہوں۔ ساتھ ہی اس خصوصی شمارے پر کچھ لکھنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا مگر ماہ ربیع النّور کے تقریری و تبلیغی شیڈول کے پیشِ نظر باوجود خواہش کے لکھنے کا وقت میسّر نہ آسکا۔ اب کچھ فرصت ہوئی سو حاضر ہوں۔

قبلہ صاحبزادہ صاحب!

اشاعت و فروغ رضویات میں جس محنت، محبت، لگن اور استقامت سے آپ مصروفِ عمل ہیں یہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔ رضویات کے حوالے سے انوکھے، نادر اور علمی و تحقیقی انداز سے جس طرح آپ اور آپ کی ساری ٹیم کام کر رہی ہے شاید ہی کسی اور شخصیت کے آثارِ علمیہ پر اس نظم و ضبط اور تسلسل سے کام ہوا ہو۔ دراصل یہ مجددِ اسلام الشاہ امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی رضی اللہ عنہ کے اس دینی خلوص کا نتیجہ ہے جس میں آپ "بلاخوف لومۃ لائم" ساری زندگی محوِ عمل رہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور آپ کا یہ دینی جذبہ قبول ہو گیا۔ جس کی واضح اور ٹھوس دلیل آپ کے نام اور آپ کی تصانیف کے نام پر تنظیمات، اداروں، اخبارات و رسائل، مدارس اور مساجد کے نام اور بالخصوص ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی تیس سالہ جدوجہد مسلسل ہے۔ عرصہ تیس سال میں ادارے کے مجلہ جات ماہنامہ معارفِ رضا، سالنامہ معارفِ رضا، خصوصی نمبرات اور اعلیٰ پائے کی خالص علمی و تحقیقی کتب کی اشاعت نے رضویات میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔

ادارے کی تازہ اشاعت "معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۱۰ء" بھی آپ کی محنت و کاوش کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ زیرِ نظر شمارہ جہاں اپنے اندر حسنِ معنوی کی ایک دُنیا سمائے ہوئے ہے وہیں یہ حسن صوری کا بھی مرقّع ہے۔ سرورق پر سورج کا منظر، مظاہر فطرت، ساحلِ سمندر اور دائیں ہاتھ بلندی پر روضۂ پُر انوارِ امام احمد رضا اس بات کی عکاسی کر رہا ہے کہ قدرت نے اس عاشقِ خیر الوریٰ اور جانثارِ غوث الوریٰ کی خدماتِ دینیہ کے عوض اسے شہرت، عزّت اور کرامت کا تاج پہنا دیا ہے۔ وللہ دُرّ قائلِ

وادیِ رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے

گلستانِ رضا سے 12 ماہ کی مناسبت سے جس خوبصورتی سے آپ نے رسائل کو صفحاتِ معارف کی زینت بنایا یہ کاغذ کے صفحات کے بجائے تختہ چمنستان معلوم ہوتا ہے۔ اشاعت و فروغِ رضویات میں اس نادر اور علمی اضافے پر یہ فقیر قادری آپ کو اور آپ کی ساری ٹیم کو ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرتا ہے۔ اور دُعا گو ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ درازیِ عمر نصیب فرمائے۔ آپ کی اس خدمتِ دینی کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

♣♠♣♠♣♠♣

علامہ
مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ
حیات اور علمی و ادبی کارنامے
پی ایچ۔ ڈی۔ مقالہ
ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل کراچی
www.imamahmadraza.net
قیمت: 160/- روپے
صفحات 230